توضیح و تنقیح

چہرے کا پردہ

قرآنی آیات کی روشنی میں

حافظ محمد زبیر
قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن، لاہور

ششماہی تحقیقی مجلّہ 'منہاج' کے شمارہ جولائی تا دسمبر ۲۰۰۵ میں ڈاکٹر محفوظ احمد صاحب کا ایک مقالہ 'اسلامی حجاب کا عمومی تصور: ایک تحقیقی جائزہ' کے عنوان سے شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے حجاب سے متعلقہ قرآن میں موجود مختلف آیات کے بیان کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ چہرے کا ڈھانپنا امہات المؤمنین کے لیے تو واجب تھا لیکن عام مسلمان عورتوں کے لیے مستحب ہے۔ ہمیں ڈاکٹر صاحب کے اس نتیجے سے اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن کے چار مقامات ایسے ہیں جو کہ قطعی طور پر عام مسلمان عورتوں کے لیے بھی چہرہ ڈھانپنے کی دلیل بن رہے ہیں ڈاکٹر صاحب نے اپنی بات کے آغاز میں یہ بیان کیا ہے کہ قرآنی آیات کی دو قسمیں ہیں ایک محکم اور دوسری متشابہ، اور اسی بات کو بنیاد بنا کر انھوں نے پردے سے متعلقہ آیات قرآنیہ کو متشابہ شمار کرنے کی کوشش کی ہے۔ کاش کہ ڈاکٹر صاحب سورۃ آل عمران کی درج ذیل آیت پر غور کرتے تو ان کے لیے واضح ہو جاتا کہ یہ آیات ان کے لیے تو متشابہ ہیں لیکن 'راسخون فی العلم' ان آیات کے معانی سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ھو الذی أنزل علیک الکتاب منه آیات محکمات ھن أم الکتاب و أخر متشابھات فأما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تأویله و ما یعلم تأویله الا الله و الراسخون فی العلم"(۱)

(وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی اس میں بعض آیات محکم ہیں وہ آیات کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور بعض دوسری آیات ہیں جو کہ متشابہ ہیں۔ پس جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ متشابہ آیات کے پیچھے پڑتے ہیں تا کہ فتنہ پیدا کر سکیں اور ان کی حقیقت تلاش کر سکیں۔ حالانکہ ان آیات کی حقیقت سوائے اللہ کے اور رسوخ فی العلم رکھنے والوں کے کوئی نہیں جانتا)

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ 'رسوخ فی العلم' نہیں رکھتے وہ جب آیات متشابہات کا

معنی ومفہوم اُدلہ شرعیہ کی روشنی میں متعین کرنے کی کوشش کریں گے تو سوائے فتنہ وفساد کے کچھ پیدا نہ ہو گا۔آیات متشابہات کی تاویل وتفسیر کے لیے ضروری ہے کہ انسان 'رسوخ فی العلم' کے درجے پر فائز ہو۔اور ڈاکٹر صاحب کو اس درجے پر فائز ہونے کے لیے ابھی کافی کچھ محنت کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر صاحب اور رسوخ فی العلم:

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالے میں بعض جگہ ایسی بنیادی غلطیاں کی ہیں، جو 'رسوخ فی العلم' کے منافی ہیں۔مثلاً ڈاکٹر صاحب محرم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سے مراد وہ مذکر رشتہ دار ہیں جن سے کسی عورت کا نکاح حرام ہے''۔(۲)

ہم ڈاکٹر صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ایک شادی شدہ عورت کا نکاح اپنے پھوپھی زاد چچازاد اور خالہ زاد سے حرام ہے تو کیا یہ سب رشتہ دار، شادی کے بعد، اس عورت کے لیے محرم بن جائیں گے؟۔

اسی طرح غیر محرم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''غیر محرم سے مراد وہ مرد جن سے کسی مسلمان عورت کا عقد نکاح جائز ہوتا ہے''۔(۳)

ہم ڈاکٹر صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اب اس کی ساس اس کے لیے غیر محرم ہے لیکن ساس کا اپنے سابقہ داماد سے عقد نکاح جائز نہیں ہے اگر چہ وہ اس کے لیے غیر محرم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آیات متشابہات کی تفسیر کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔اس کے لیے 'رسوخ فی العلم' شرط ہے ڈاکٹر صاحب کو چاہیے۔اگر کسی شخص کی علمی صلاحیت کا یہ عالم ہو کہ وہ محرم اور غیر محرم کی صحیح تعریف بھی نہ کر سکتا ہو تو اس کے لیے شرعاً بالکل بھی جائز نہیں ہے کہ وہ قرآنی آیات (آیۃ الجلباب) کی من مانی تفسیر کرے۔ڈاکٹر صاحب کو چاہیے کہ پہلے پختہ علماء کی صحبت اختیار کر کے 'رسوخ فی العلم' پیدا کریں پھر اس کے بعد اس قسم کے نازک مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کریں۔

قرآن مجید میں چار مقامات ایسے ہیں کہ جن سے ایک عام مسلمان عورت کے لیے چہرے کے پردے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔اپنی اس بحث میں ہم ہر آیت کے بارے میں پہلے مثبت طور پر اس آیت کے صحیح مفہوم کو بیان کریں گے پھر اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ان کے عدم رسوخ فی العلم کی وجہ سے اس آیت میں جو شکوک شبہات پیدا کئے گئے ہیں، تا کہ ان کے ذریعے عام مسلمان عورتوں کے لیے حکم حجاب کو اڑایا جا سکے، ان کا جواب دیں گے۔

دلیل أول:

قرآن مجید میں عام مسلمان عورتوں کے لیے اجنبی افراد سے چہرہ چھپانے کی پہلی قطعی دلیل سورۃ

اُحزاب کی 'آیۃ الحجاب' ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ١ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ١ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ١٘ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ١ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ١ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ١ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا١ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا۝اِنْ تُبْدُوْا شَیْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۝لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآىِٕهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَ لَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَ لَا نِسَآىِٕهِنَّ وَ لَا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ١ۚ وَ اتَّقِیْنَ اللّٰهَ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا۝﴾(۴)

"اے ایمان والو! نبی (ﷺ) کے گھروں میں داخل مت ہو مگر یہ کہ تم کو کھانا کھلانے کے لیے بلایا جائے (ایسے وقت میں)' کہ اس کے پکنے کا انتظار نہ کرنا پڑے' لیکن جب تم کو (کھانے کے لیے) بلایا جائے تو اسی وقت جاؤ' پھر جب کھانا کھالو تو (وہاں) سے چلے جاؤ اور باتیں کرنے کے لیے جی لگا کر نہ بیٹھے رہو۔ بے شک تمہارا یہ عمل پیغمبر کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے (کچھ کہنے سے) شرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کرنے سے نہیں شرماتا۔اور جب تم ان (ازواجِ مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ (عمل) بہت زیادہ پاک کرنے والا ہے تمہارے دلوں کو اور ان (ازواجِ مطہرات) کے دلوں کو بھی۔اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول (ﷺ) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم آپؐ کی بیویوں سے آپؐ (کی وفات) کے بعد کبھی بھی نکاح کرو۔ بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے ۔اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اس کو چھپالو تو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ان (ازواجِ مطہرات) پر کوئی گناہ نہیں اپنے باپوں (سے پردہ نہ کرنے) کے بارے میں اور اپنے بیٹوں سے اور اپنے بھائیوں سے اور اپنے بھتیجوں سے اور اپنے بھانجوں سے اور

اپنی (مسلمان) عورتوں سے اور اپنے غلام‘لونڈیوں سے‘اورتم (اے ازواجِ مطہرات) اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔“

آیۂ مبارکہ کا شانِ نزول

۱)اس آیۂ مبارکہ کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

”قال عمرقلت یارسول الله یدخل علیک البروالفاجرفلوأمرت أمهات المؤمنین بالحجاب فانزل الله آیة الحجاب“ (۵)

”حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسولﷺ! آپؐ کے گھر میں نیک اور فاسق ہر قسم کے لوگ آتے رہتے ہیں‘ کاش کہ آپؐ اُمہات المؤمنین کو پردے کا حکم دیں‘تو اللہ تعالیٰ نے پردے کی آیت نازل فرمادی۔“

۲)حضرت انسؓ سے ہی ایک اور روایت بھی بیان کی گئی ہے۔فرماتے ہیں:

اَنَااَعْلَمُ الناس بهذه الآیةآیةالحجاب لمااهدیت زینب الی رسول اللهﷺ کانت معه فی البیت‘صنع طعاما ودعا القوم فقعدوا یتحدثون فجعل النبیﷺ یخرج ثم یرجع وهم قعود یتحدثون فانزل الله تعالیٰ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَنٰظِرِیْنَ اِنٰهُ لا﴾الی قوله ﴿مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ فضرب الحجاب وقام القوم (۶)

”مَیں اس آیت یعنی آیتِ حجاب کے (سببِ نزول کے) بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ جب حضرت زینبؓ کو آپؐ کے لیے تیار کیا گیا اور وہ آپؐ کے ساتھ گھر میں تھیں‘ آپؐ نے کھانا تیار کیا اور صحابہؓ کی دعوت (ولیمہ) کی۔(کھانا کھانے کے بعد) لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگ گئے۔ آپؐ باہر نکلتے اور واپس آتے تو لوگ پھر بھی بیٹھے باتیں کر رہے ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰهُ﴾ سے لے کر ﴿مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ تک وحی نازل فرمائی۔ پس (اس کے بعد) پردہ ڈال دیا گیا اور لوگ اٹھ کر چلے گئے۔“

آیت کے اجزاء

اس آیۂ مبارکہ میں چار (۴) باتوں کا تذکرہ ہے:

۱) جس مسئلہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے وہ مسئلہ حجاب ہے۔

۲) اس آیت میں خطاب ازواجِ مطہراتؓ سے ہے۔

۳) حکم حجاب کے وجوب کا ہے۔

۴) علت، طہارتِ قلب کا حصول ہے، یعنی دل پاک ہو جائیں۔

پہلی تین باتیں تو ایسی ہیں جن پر ڈاکٹر صاحب کا بھی اتفاق ہے۔ لیکن چوتھی بات میں اختلاف ہے۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب ازواج مطہرات کے لیے تو پردے کا وجوب اس آیت سے ثابت کرتے ہیں، لیکن عام اہل ایمان عورتوں کو اس آیت کے حکم میں شامل نہیں کرتے۔ اُن کے نزدیک یہ آیت مبارکہ ازواجِ مطہرات کے حق میں خاص ہے۔ ذیل میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ کیا یہ آیت مبارکہ ازواجِ مطہرات کے لیے ہی خاص ہے یا اس کا حکم عام اہل ایمان عورتوں کو بھی شامل ہے؟

حکم کی علت

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک حکم حجاب کی علت ازواج مطہرات کی عزت، عظمت وحرمت اور امت کا تحفظ ہے۔ ہمارے نزدیک ڈاکٹر صاحب نے جو علت نکالی ہے وہ قطعاً غلط ہے اور اس کی دو وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

حجاب کا جو حکم اس آیۂ مبارکہ میں وارد ہوا ہے وہ معلل ہے۔ (یعنی اس کی علت بھی بیان کی گئی ہے)۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ﴾

''(اے مسلمانو!) پس تم ان (ازواجِ مطہرات) سے پردے کے پیچھے سے سوال کرو اور یہ بات تمہارے دلوں کو بھی بہت زیادہ پاکیزہ رکھنے والی ہے اور ان کے دلوں کو بھی۔''

حکم کی علت جو کہ نص میں بیان ہوئی ہے وہ ﴿ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ﴾ ہے۔ نص میں مذکور اس قسم کی علت کو معلوم کرنے کے طریقہ کار کو اصولیین کے نزدیک ''مسلک الایماء والتنبیہ'' کہتے ہیں۔

امام شوکانیؒ اس مسلک کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''المسلک الثالث الایماء والتنبیہ وضابطہ الاقتران بوصف لو لم یکن ھو او

نظیره للتعلیل لکان بعیدا فیحمل علی التعلیل دفعا للاستبعاد"(۷)

''مسالک علت میں سے تیسرا مسلک ''الایماء والتنبیه'' ہے اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حکم کسی ایسے وصف کے ساتھ ملا ہوا ہو کہ اگر وہ وصف یا اس کی نظیر علت نہ ہوتی تو وہ حکم بعید از فہم ہوتا 'لہٰذا اس وصف کو اس حکم کی علت بنایا جائے گا تاکہ حکم کی تفہیم میں رکاوٹ کو دور کیا جا سکے۔''

علامہ شنقیطی اپنی تفسیر 'أضواء البیان' میں اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حکم حجاب کی علت منصوص ہے۔ بعد ازاں منصوص علت کو معلوم کرنے کے طریقے ''مسلک الایماء والتنبیه'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تعلم أن فی هذه الآیةالکریمة الدلیل الواضح علی أن وجوب الحجاب حکم عام فی جمیع النساء لا خاص بأزواجه و ان کان أصل اللفظ خاصا بهن لأن عموم علته دلیل علی عموم الحکم فیه و مسلک العلة الذی دل علی أن قوله تعالی 'ذلکم أطهرلقلوبکم وقلوبهن' هوعلةقوله تعالی 'یأیهاالذین أمنوال اتدخلوا ...' هو المسلک المعروف فی الأصول بمسلک الایماء و التنبیه و ضابط هذا المسلک المنطبق علی جزئیاته هوان یقترن وصف بحکم شرعی علی وجه لولم یکن فیه ذلک الوصف علة لذلک الحکم لکان الکلام معیباعند العارفین"(۸)

آپ جان لیں کہ اس آیت میں واضح دلیل موجود ہے جو اس بات کی طرف رہنمائی کر رہی ہے کہ یہ حکم تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے، اُزواج مطہرات کے لیے خاص نہیں ہے اگرچہ اصل الفاظ اُزواج مطہرات کے لیے خاص ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حکم کی علت عام ہے جو کہ اس حکم کے عام ہونے کی دلیل ہے۔ اور وہ مسلک علت جس سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ حکم حجاب کی علت ''ذلک أطهرلقلوبکم و قلوبهن'' ہے، مسلک ایماء وتنبیہ کہلاتا ہے۔ علت کو معلوم کرنے کا یہ طریقہ کار اصول فقہ میں معروف ہے۔ ''مسلک الایماء والتنبیه'' یہ ہے کہ کوئی حکم شرعی کسی وصف کے ساتھ اس طرح مل کر آئے کہ اگر وہ وصف اس حکم کی علت نہ بنایا جائے تو وہ کلام عارفین کے نزدیک عیب والا کلام ہوگا''۔

علامہ شنقیطی کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم حکم حجاب کے فوراً بعد مذکورہ وصف ''طہارتِ قلوب'' کو اس کی علت نہ مانیں تو یہ کلام ''عیب والا کلام'' شمار ہوگا۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ ''طہارتِ قلوب''، حکمِ حجاب کی علت ہے' کیونکہ کلامِ الٰہی ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا نص میں موجود علت کو نظر انداز کر کے اپنی طرف سے علت نکالنا اللہ کی بیان کردہ علت کے مقابلے میں اپنی علت پیش کرنے کے مترادف ہے۔

دوسری وجہ:

ڈاکٹر صاحب نے حکم حجاب کی جو دو علل نکالی ہیں ان میں اَزواج مطہرات کے ساتھ ساتھ بنات النبی ﷺ بھی شامل ہیں۔جس قدر اَزواج مطہرات کی عزت، عظمت اور حرمت مطلوب ہے اسی قدر اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹیوں کے لیے بھی ہے۔جس طرح اَزواج مطہرات کے بارے میں غلط خیالات اور وساوس سے کسی شخص کی دنیا و آخرت تباہ ہوسکتی ہے اسی طرح کا معاملہ اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹیوں کے بارے میں بھی ہے۔ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ڈاکٹر صاحب نے اللہ کے رسول ﷺ کے خاندان یعنی اہل بیت میں یہ تفریق کس اصول کی بنیاد پر کر لی ڈاکٹر صاحب اَزواج کے لیے تو چہرے کا پردہ واجب قرار دے رہے ہیں لیکن آپ کی بیٹیوں کے لیے چہرے کے پردے کو واجب قرار نہیں دے رہے، حالانکہ وہ اس علت میں برابر کی شریک ہیں۔ بلکہ آپ ﷺ کی بعض بیٹیاں' آپ کی بعض بیویوں سے بھی عزت و حرمت میں بڑھ کر ہیں' جیسا کہ حضرت فاطمہ k کے حوالے سے آپ ﷺ کا فرمان بھی موجود ہے:(سَیِّدۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنۃِ) (۹) کہ ''آپؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی۔''

پس ثابت ہوا کہ جو علت ڈاکٹر صاحب نے نکالی ہے وہ علت ہی نہیں ہے اس لیے جب علت ہی غلط نکالی گئی تو اس کی بنیاد پر صحیح حکم نکالنا ممکن نہیں ہے۔حکم کی اصل علت 'طہارت قلبی' ہے نہ کہ عزت و حرمت اور تحفظ امت، جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے۔

اصل سے فرع میں حکم کا اجرا:

جب حکم کی علت معلوم ہوگئی تو قیاس کے معروف اصول سے حجاب کا حکم ازواجِ مطہرات کی طرح عام اہل ایمان عورتوں کے لیے بھی ثابت ہوگیا۔ارکانِ قیاس چار ہیں: اصل' فرع' حکم اور علت۔ مذکورہ آیت میں اصل ''ازواجِ مطہرات'' ہیں' فرع ''عام اہل ایمان کی عورتیں'' ہیں' حکم ''حجاب'' کا ہے اور علت ''طہارتِ قلب'' ہے۔ عام اہل ایمان عورتیں ازواجِ مطہرات کی نسبت ''طہارتِ قلوب'' کی زیادہ محتاج ہیں۔ لہٰذا جب علت کا

اصل (ازواجِ مطہرات) کی نسبت فرع (عام اہل ایمان عورتوں) میں زیادہ اثبات ہے تو حکم حجاب بھی ازواجِ مطہرات کی نسبت عام اہل ایمان عورتوں میں زیادہ تاکید کے ساتھ ہوگا۔

آیت حجاب کی عمومیت

یہ آیۂ مبارکہ اُمہات المؤمنین کے ساتھ ساتھ تمام اہل ایمان عورتوں کو بھی شامل ہے۔درج ذیل قرائن اس حقیقت کا اظہار کر رہے ہیں

۱) **علت کی عمومیت:** حکم کی علت جو کہ نص میں بیان ہوئی ہے وہ ﴿ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾ ہے۔ یہ علت عام ہے' کیونکہ طہارتِ قلب کی ضرورت جتنی ازواجِ مطہرات کو ہے اتنی ہی، بلکہ اس سے بڑھ کے عام مسلمان عورتوں کو بھی ہے' لہٰذا علت عام ہوئی' اور علت کا عام ہونا حکم کی عمومیت کی دلیل ہے۔

۲) **اصول تفسیر کا قاعدہ:** اصول تفسیر کا یہ قاعدہ ہے "العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب"(۱۰) کہ تفسیر کرتے ہوئے الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ سببِ نزول کا۔ یہ آیات تو اگرچہ اُمہات المؤمنین کی شان میں نازل ہوئیں' یعنی ان آیات کا سبب نزول خاص ہے' لیکن اعتبار سببِ نزول کی خصوصیت کا نہ ہوگا بلکہ الفاظ کی عمومیت کا ہوگا۔ لہٰذا اس قاعدے کے مطابق اہل ایمان عورتیں بھی اُمہات المؤمنین کی طرح ان آیات کی مخاطب ہیں' کیونکہ قرآن کی اکثر آیات کا نزول کسی خاص سبب سے ہی ہوا ہے۔ اگر ہر آیت مبارکہ کو اس کے سبب نزول کے ساتھ ہی خاص کر دیا جائے تو قرآن کے ابدی احکامات ایک خاص دور کے خاص افراد کے لیے مخصوص ہو کر رہ جائیں گے جو کہ اسلام کی ہمہ گیریت کے منافی ہے۔

۳) **اہل ایمان عورتوں کا عمل:** صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اس آیۂ مبارکہ کے نزول کے بعد ازواجِ مطہرات کے ساتھ عام اہل ایمان عورتوں نے بھی پردہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان عورتوں کا یہ عمل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیۂ مبارکہ کے احکامات ازواجِ مطہرات کے علاوہ عام مسلمان عورتوں کو بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی یہ روایت ہے:

"کنّا نغطی وجوهنا من الرجال وکنا نمتشط قبل ذلک فی

الاحرام"۔(۱۱)

''ہم اپنے چہروں کو لوگوں سے ڈھانپ لیتی تھیں اور اس سے پہلے احرام کی حالت میں کنگھی بھی کرلیا کرتی تھیں''۔

لہٰذا عام مسلمان عورتوں کے طرزِ عمل سے یہ ثابت ہوا کہ یہ آیتِ مبارکہ عام ہے۔

۴) دلالت اُولیٰ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں ہی ازواجِ مطہرات کو اُمتِ مسلمہ کی مائیں قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ جبکہ اس کے ساتھ ساتھ درج ذیل نص ﴿وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا﴾ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواجِ مطہرات کے ساتھ نکاح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات جو کہ تمام اُمت کی مائیں ہیں اور ان کے ساتھ نکاح کو بھی حرام ٹھہرایا گیا' اس کے باوجود اُن کو پردے کا حکم دیا گیا تو عام مسلمان عورتوں کے بارے میں، جو کہ مائیں بھی نہیں ہیں اور ان سے نکاح بھی جائز ہے، شر کے خیالات کا پیدا ہونا ازواجِ مطہرات کی نسبت زیادہ آسان ہے' لہٰذا عام مسلمان عورتوں کے لیے حجاب کے احکامات بالاولیٰ ثابت ہوتے ہیں۔

۴) آیت مبارکہ کا سیاق وسباق: اس آیۂ مبارکہ کا سیاق وسباق بھی اس بات پر شاہد ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ آیت کے شروع میں ہی اہلِ ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں اور یہ حکم عام ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جس طرح آپ ؐ کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہونا منع ہے اسی طرح عام مسلمانوں کے گھروں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ علاوہ ازیں اس کے بعد آنے والی آیت بھی حکمِ حجاب کے عموم کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْۤ اٰبَآئِهِنَّ﴾

''اُن کے اوپر اُن کے باپوں کے بارے میں (اُن سے پردہ نہ کرنے میں) کوئی گناہ نہیں ہے''۔

اس آیۂ مبارکہ میں حجاب کے حکم سے مستثنیٰ افراد کو بیان کیا جا رہا ہے اور اس استثناء کی عمومیت پر اجماع ہے۔ یعنی یہ جو مستثنیٰ افراد کی فہرست بیان کی گئی ہے' یہ فہرست صرف ازواجِ مطہرات کے لیے نہیں ہے' بلکہ یہ فہرست عام مسلمان عورتوں کے لیے بھی ہے۔ جب مستثنیٰ عام ہے تو مستثنیٰ منہ یعنی حکمِ حجاب بھی عام ہے' کیونکہ عام کا استثناء عام سے ہی ہوتا ہے۔ اس لیے ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے:

لما أمر اللّٰہ النساء بالحجاب عن الاجانب بین ان ھؤلاء الاقارب لایجب الاحتجاب منھم کما استثناھم فی سورۃ النور عند قولہ تعالیٰ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ (۱۲)

''جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عام عورتوں کو (مذکورہ آیت میں) حجاب کا حکم دیا تو اس کے ساتھ ساتھ ان قریبی رشتہ داروں کی ایک فہرست بھی بیان کر دی جن سے پردہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان رشتہ داروں کو سورۃ النور کی آیت ﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِھِنَّ﴾ میں مستثنیٰ قرار دیا ہے۔''

اس سورۃ کی آیت ۵۹ میں ''نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ'' کے الفاظ سے اس بات کی مزید تاکید ہو جاتی ہے کہ یہ حجاب کا حکم عام ہے اور تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے۔

۵) **جلیل القدر مفسرین کی آراء**: متقدمین و متأخرین مفسرین کی ایک بہت بڑی تعداد نے اس آیت مبارکہ کے حکم کو عام قرار دیا ہے۔ ذیل میں ہم چند ایک جلیل القدر مفسرین کی عبارات نقل کیے دیتے ہیں:

☆ **امام طبریؒ کی رائے**: علامہ ابن جریر طبری اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿واذا سألتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب﴾ یقول: واذا سألتم ازواج رسول اللہ ﷺ ونساء المؤمنین اللواتی لسن لکم بازواج متاعا "فاسئلوھن من وراء حجاب" یقول: من وراء ستر بینکم وبینھن(۱۳)

''اور جب تم ان سے کچھ مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو'' یعنی جب تم اللہ کے رسول ﷺ کی بیویوں اور ان مسلمان عورتوں سے جو کہ تمہاری بیویاں نہیں ہیں' کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔''

☆ **امام قرطبی کی رائے**: امام قرطبی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"فی ھذہ الآیۃ دلیل علی ان اللہ تعالی اذن فی مسألتھن من وراء حجاب فی حاجۃ تعرض او مسئلۃ یستفتین فیھا ویدخل فی ذلک جمیع النساء بالمعنی وبما تصمنۃ اصول الشریعۃ من ان المرأۃ کلھا عورۃ بدنھا وصوتھا کما تقدم فلا یجوز کشف ذلک الا لحاجۃ"(۱۴)

''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پردے کے پیچھے سے کسی ضرورت کے تحت یا فتویٰ طلب کرنے کی غرض سے ازواج مطہرات سے بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور اس حکم میں تمام عورتیں شامل ہیں' کیونکہ شریعت کے اصولوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت تمام کی تمام پردہ ہے' اس کا سارا جسم بھی اور آواز بھی پردہ ہے' جیسا کہ یہ بحث پہلے بھی گزر چکی ہے۔ پس عورت کے لیے اپنے جسم کے کسی حصے کو بغیر ضرورت کے کھولنا جائز نہیں ہے۔''

☆ **امام ابوبکر الجصاص کی رائے**: امام ابوبکر الجصاص اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"وهذاالحکم وان نزل خاصافی النبی وازواجه فالمعنی عام فیه وفی غیره اذکنامأمورین باتباعه والاقتداء به الاماخصه الله به دون أمته"(۱۵)

''یہ حکم اگرچہ نبیﷺ اور آپؐ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوا ہے لیکن اس آیت کا مفہوم آپؐ اور آپؐ کے غیر دونوں کو شامل ہے' کیونکہ ہمیں ہر بات میں آپؐ کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے' سوائے ان احکامات کے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی اُمت کے علاوہ آپؐ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔''

☆ **امام ابن العربی کی رائے**: امام ابن العربی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"والمرأة کلهاعورةبدنهاوصوتهافلا یجوز کشف ذلک الا لضرورة أولحاجة کالشهادة علیه أوداء یکون ببدنها "(۱۶)

''اور عورت تمام کی تمام ستر ہے' اس کا سارا جسم اور آواز بھی ستر میں داخل ہے' لہٰذا عورت کے لیے اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے' ہاں ضرورت یا حاجت کے پیش نظر وہ ایسا کر سکتی ہے' مثلاً اگر عورت کے خلاف گواہی دینا مقصود ہو یا اس کے جسم میں کوئی بیماری ہو وغیرہ (تو وہ اپنے جسم کے کسی حصہ کو اجنبی مرد کے سامنے کھول سکتی ہے)۔''

۶) **اصول فقہ کا قاعدہ**: علم الاصول کا یہ قاعدہ ہے کہ واحد کا خطاب تمام اُمت کو شامل ہوتا ہے' کیونکہ سبب تکلیف میں سب برابر ہیں' اِلّا یہ کہ اس حکم کی خصوصیت کی کوئی دلیل ہو۔ علامہ البانی اس قاعدے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اذاخاطب الشارع الحکیم فردامن الامة او حکم علیه بحکم فهل یکون هذاالحکم عامافی الامة' الااذاقام دلیل التخصیص؟او یکون خاصابذلک المخاطب؟اختلف فی ذلک علماء الاصول' والحق الاوّل'وهو الذی رجحه الشوکانی وغیره من المحققین"(۱۷)

''جب شارع حکیم اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُمت کے کسی فرد سے خطاب کریں یا اس کو کوئی حکم جاری کریں تو کیا یہ حکم تمام اُمت کے لیے عام ہوگا سوائے اس کے کہ اس کی تخصیص کی کوئی دلیل ہو؟ یا یہ حکم اس مخاطب کے ساتھ خاص ہوگا؟ علمائے اصول کا اس مسئلے میں اختلاف ہے' لیکن پہلا قول حق ہے اور اسی قول کو امام شوکانی اور

دوسرے محققین نے ترجیح دی ہے۔''
علامہ شنقیطی مذکورہ اصول کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ومن الأدلة على ان حكم آية الحجاب عام: هوما تقرر في الاصول من ان خطاب الواحد يعم حكمه جميع الامة ولا يختص الحكم بذلك الواحد المخاطب'' (۱۸)

''آیۂ حجاب کے بیان کردہ حکم کے عام ہونے میں جو دلائل بیان کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ قاعدہ بھی ہے جسے آپ علم الاصول میں اس طرح سے بیان کرتے ہیں: ''واحد کا خطاب تمام اُمت کو شامل ہوتا ہے اور حکم اس اکیلے واحد مخاطب سے متعلق نہیں ہوتا۔''

مذکورہ بالا اصول سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آیت حجاب عام ہے اور اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے۔

پس مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ اس آیت کی دلالت عام مسلمان عورتوں کے لیے بھی اسی طرح قطعی ہے جس طرح کہ اَزواج مطہرات کے لیے ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی کچھ غلط فہمیاں اور ان کی تصحیح

اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں ڈاکٹر صاحب نے کئی جگہ غلطی کھائی' جن کی نشاندہی ضروری ہے۔

۱) حدیث اُسماء بنت اُبی بکر:

ڈاکٹر صاحب نے عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر حدیث اُسماء سے دلیل پکڑی ہے، حالانکہ یہ حدیث انتہائی درجے کی ضعیف روایت ہے، اس روایت میں چار علل ہیں جن کی موجودگی میں اس حدیث سے کسی حکم کا استنباط کرنا، قطعاً جائز نہیں ہے۔

پہلی علت: خالد بن دریک کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ثابت نہیں ہے' لہٰذا یہ روایت مرسل ہے۔ امام ابوداؤد اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هذا مرسل خالد بن دریک لم یدرک عائشة (۱۹)

''یہ روایت مرسل ہے۔خالد بن دریک نے حضرت عائشہؓ کو نہ پایا۔''

دوسری علت: اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر راوی ضعیف ہے۔جمہور اور جلیل القدر ائمہ جرح وتعدیل نے سعید بن بشیر کو ضعیف قرار دیا ہے۔اگر چہ بعض علماء نے اس کو ثقہ بھی کہا ہے' لیکن ایسے علماء بہت کم ہیں۔دوسری بات یہ کہ جمہور علماء کی طرف سے کی گئی جرح مفسر ہے۔اور علمِ جرح و تعدیل کا قاعدہ ہے کہ جب کسی راوی کے بارے میں جرح وتعدیل میں اختلاف ہو جائے تو جرح اگر مفسر ہوگی تو اس کو تعدیل پر مقدم رکھا جائے گا۔امام مزی سعید بن بشیر کے ترجمے میں بیان کرتے ہیں:

"وقال الدوری وغیرہ عن ابن معین لیس بشیء وقال عثمان الدارمی وغیرہ عن ابن معین ضعیف وقال علی بن المدینی کان ضعیفاوقال محمدبن عبداللہ بن نمیرمنکرالحدیث لیس بشیء لیس بقوی الحدیث یروی عن قتادۃ المنکرات وقال البخاری یتکلمون فی حفظه وھو محتمل وقال ابن ابی حاتم سمعت ابی وابا زرعة یقولان محله الصدق عندناوقال النسائی ضعیف وقال الحاکم ابواحمد لیس بالقوی عندھم وقال ابن عدی والغالب علیه الصدق وقال الآجری عن ابی داؤد ضعیف وقال ابن حبان کان ردی الحفظ فاحش الخطأوقال ابوبکرالبزارھو عندناصالح لیس به بأس وقال بقیةعن شعبة ذلک صدوق اللسان فی الحدیث" (۲۰)

''دَوری وغیرہ نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ سعید بن بشیر کچھ نہیں ہے۔امام عثمان الدارمی نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ وہ ضعیف راوی ہے۔علی بن مدینی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ابن نمیر نے کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور حدیث کے معاملے میں قوی نہیں ہے' قتادہ سے منکر احادیث نقل کرتا ہے۔امام بخاری نے کہا کہ محدثین کو اس کے حفظ میں کلام ہے اور وہ محتمل ہے ۔ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد صاحب اور ابوزرعہ سے سنا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک صدوق ہے۔نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔حاکم نے کہا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک قوی نہیں ہے۔ابن عدی نے کہا ہے کہ غالب گمان یہی ہے کہ وہ صدوق ہے۔آجری نے ابی داؤد سے نقل کیا ہے کہ ابوداؤد اسے ضعیف کہتے ہیں۔ابن حبان نے ردّی الحفظ اور فاحش الغلط قرار دیا ہے۔ابوبکر البزار نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ صالح الحدیث ہے۔بقیہ نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ وہ حدیث کے معاملے میں صدوق ہے۔''

ہم مذکورہ بالا عبارت میں دیکھ رہے ہیں کہ جلیل القدر ائمہ جرح وتعدیل یحییٰ بن معین' علی بن

مدینی ' ابوداوٗد ' نسائی ' ابنِ حبان اور بخاری نے اسے ضعیف راوی شمار کیا ہے۔ اور بعض ائمہ نے تو اس کی قتادہ سے بیان کی گئی روایات کو منکرات میں شمار کیا ہے۔

تیسری علت : اس حدیث کی سند میں قتادہ اور ولید دو راوی مدلس ہیں اور عنعنہ سے روایت کرتے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ صحیحین یا ان کے منہج پر لکھی جانے والی کتابوں (مثلاً **مستدرک علی الصحیحین**) کے علاوہ اگر کسی کتاب میں کوئی مدلس راوی عنعنہ سے روایت بیان کرے گا تو وہ روایت ضعیف شمار ہوگی۔ صحیحین اور ان کے منہج پر لکھی جانے والی کتابوں میں موجود مدلس راویوں کی معنعن روایات، امام نووی اور امیر صنعانی کے بقول اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔

شیخ حماد بن محمد الانصاری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

۱) **قتادہ بن دعامة السدوسی البصری صاحب انس بن مالک کان حافظ عصرہ وھو مشھور بالتدلیس وصفه به النسائی وغیرہ من الطبقة الثالثة** (۲۱)

''قتادہ بن دعامہ السدوسی البصری حضرت انس بن مالکؓ کے صاحبین میں سے ہیں' اپنے زمانے کے حافظ تھے۔ تدلیس میں معروف ہیں۔ ان پر مدلس ہونے کا الزام امام نسائی اور دوسرے محدثین نے لگایا ہے۔ یہ تیسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔''

۲) **ولیدبن مسلم الدمشقی معروف موصوف بالتدلیس الشدیدمع الصدق من الرابعة** (۲۲)

''ولید بن مسلم الدمشقی بہت زیادہ تدلیس کرنے میں معروف وموصوف ہیں' صادق ہیں' چوتھے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں''۔

چوتھی علت: حضرت عائشہؓ اور اسماء بنت ابی بکرؓ دونوں کا عمل اس حدیث کے خلاف ہے۔ دونوں کے بارے میں صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھانپتی تھیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دو جلیل القدر صحابیات ایک روایت کو بیان کریں اور ان کا اپنا عمل اس کے خلاف ہو؟ مذکورہ بالا چار علل سے ثابت ہوا کہ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا مقالہ ضعیف روایات سے بھرا پڑا ہے۔ اگر ہم ان سب ضعیف روایت کی تحقیق بیان کرنا شروع کر دیں تو یہ تحقیق بذاتہ خود ایک مقالے کی محتاج ہے۔

۲) حضرت اُم سلمہ، میمونہ اور فاطمہ بنت قیس کی روایات:

حضرت اُم سلمہ، حضرت میمونہ اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی جو روایات ڈاکٹر صاحب نے بیان کی ہے ان میں اصل مسئلہ حجاب کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ عورتوں کا مردوں کو دیکھنے کا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ازواج مطہرات کے لیے اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے جبکہ عام

عورتوں کے لیے اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔اپنے اس بیان کے ذریعے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اُزواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں کے حجاب کے درمیان فرق ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ موَقف ان صحیح روایات کے خلاف ہے کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات ہوں یا عام مسلمان عورتیں ،دونوں کے لیے بغیرشہوت کے مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے،جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کوحبشیوں کا کھیل دکھایا تھا۔حضرت اُم سلمہ کی اور حبشہ کی روایت کے درمیان صحیح تطبیق یہی ہے کہ حضرت اُم سلمہ کی روایت میں آپ کا حکم ورع اورتقوی پرمحمول کیا جائے۔علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری جامع الترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں:

"والاصح انه يجوز نظر المرأة الى الرجل فيما فوق السرة وتحت الركبة بلا شهوة وهذا الحديث محمول على الورع والتقوى. قال السيوطى رحمه الله كان النظر الى الحبشة عام قدومهم سنة سبع ولعائشة يومئذ ست عشرة سنة وذلک بعد الحجاب فيستدل به على جواز نظر المرأة الى الرجل. انتهى. وبدليل انهن كن يحضرن الصلاة مع رسول الله ﷺ فى المسجد ولابد ان يقع نظرهن الى الرجال فلو لم يجز لم يؤمرن بحضور المسجد والمصلى ولانه امرت النساء بالحجاب عن الرجال' ولم يؤمر الرجال بالحجاب كذا فى المرقاة "(۴۳)

''اورصحیح قول یہی ہے کہ عورت کے لیے مرد کی طرف ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے تک دیکھنا جائز ہے'بشرطیکہ یہ شہوت کے ساتھ نہ ہو۔اور یہ(اُمّ سلمہؓ والی) حدیث ورع اورتقویٰ پرمحمول ہوگی۔امام سیوطی نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کا حبشیوں کو دیکھنا ہجرت کے ساتویں سال کا واقعہ ہےجبکہ حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۶ سال تھی اور یہ واقعہ حجاب کی آیات کے نزول کے بعد کا ہے۔پس اس واقعہ سے عورت کے مرد کی طرف دیکھنے کے جواز پر استدلال کیا جائے گا۔(امام سیوطی کا کلام ختم ہوا۔) اوراس کے جواز کی دلیل یہ بھی ہے کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہوتی تھیں تو ان کی نظروں کا مَردوں پر پڑنا ایک لازمی امر تھا۔اوراگرعورتوں کا مَردوں

کی طرف دیکھنا جائز نہ ہوتا تو عورتوں کو مسجد اور عید گاہ میں آنے کی اجازت نہ ہوتی۔
اور اس کے جواز کی دلیل یہ بھی ہے کہ عورتوں کو تو مَردوں سے پردے کا حکم دیا گیا لیکن مردوں کو عورتوں سے پردے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اسی طرح مرقاۃ میں ہے۔

۳) حکم کو سببِ نزول کے ساتھ خاص کرنا:

ڈاکٹر صاحب نے اس آیت کے اَزواج مطہرات کے ساتھ خاص ہونے کی دلیل کے طور پر اس آیت کے شانِ نزول کی روایت کو بیان کیا ہے۔ ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول خاص ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے بھی یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ کسی آیت کو اس کے شانِ نزول کے ساتھ خاص کرنا اُصولِ تفسیر کے قاعدے ''**العبرة لعموم اللفظ لالخصوص السبب**'' کے خلاف ہے۔ چونکہ ان آیات کا سببِ نزول خاص ہے اس لیے ان آیات کی تفسیر میں مروی روایات بھی اَزواج مطہرات کے حوالے سے ہی نقل ہوئی ہیں۔

۴) قاضی عیاض اور امام بغوی وغیرہ کا مؤقف:

ڈاکٹر صاحب نے قاضی عیاض کا پورا موقف نقل نہیں کیا۔ قاضی عیاض کا مؤقف یہ تھا کہ ازواج مطہرات کے لیے اپنی ''ذات'' کو چھپانا بھی واجب تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ قاضی عیاض کے اس مؤقف کے حق میں کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

ابن حجرؒ قاضی عیاضؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> **''فرض الحجاب مما اختصصن به' فهو فرض عليهن بلاخلاف في الوجه والكفين فلايجوز لهن كشف ذلك في شهادة ولاغيرها ولا اظهار شخوصهن وان كن مستترات''** (۲۴)

> ''حجاب کی فرضیت ازواجِ مطہرات کے لیے خاص ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ان کے لیے چہرے اور ہاتھوں دونوں کا چھپانا واجب تھا اور ان کے لیے شہادت یا اس قسم کے دوسرے معاملات میں بھی اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا جائز نہ تھا' اور ان کے لیے یہ بھی جائز نہ تھا کہ وہ اپنی ذات کو دوسروں پر ظاہر کریں چاہے وہ پردے میں ہی کیوں نہ ہوں۔''

ابنِ حجرؒ قاضی عیاضؒ کے اس موقف کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولیس فیماذکرہ دلیل علی ماادعاہ من فرض ذلک علیھن وقد کن بعد النبی یحججن ویطفن وکان الصحابۃومن بعدھم یسمعون منھن الحدیث وھن مستترات الابدان لا الأشخا"ص (۲۵)

"قاضی عیاض نے جو بات کی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ ان پر فرض تھا۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ کی بیویاں (نفلی) طواف اور حج کرتی تھیں اور صحابہ کرامؓ ان سے حدیث سنتے اس حال میں کہ انہوں نے اپنے اجسام کو چھپایا ہوتا تھا نہ کہ اپنی ذات کو"۔

اس آیۂ مبارکہ میں ازواج کے لیے اپنی ذات کو چھپانا مقصود کلام نہیں ہے' جیسا کہ امام بغوی نے سمجھا ہے۔ بلکہ جسم کو چھپانا یعنی پردہ کرنا اصل مقصود ہے۔ کیونکہ ازواج مطہرات کا مسجد میں جا کر نمازوں میں شریک ہونا، نفلی حج اور عمرے کے لیے نکلنا، صحابہ کرام کو اُحادیث کی تعلیم دینا اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ نہ تو اُزواج کے لیے پردے کی حالت میں اپنی ذات کو بھی چھپانا مقصود تھا اور نہ ہی صحابہ کرام کا پردے میں ان کی طرف دیکھنا ممنوع تھا۔ اگر واقعتاً حکم حجاب سے یہ مقصود ہوتا کہ حجاب میں بھی اُزواج کو دیکھنا جائز نہیں ہے تو اُزواج کو مساجد میں نماز کے لیے شریک ہونے، نفلی حج وعمرہ کرنے اور طواف کرنے سے روک دیا جاتا۔ ہماری اس رائے کی تائید مذکورہ بالا دلائل کے ساتھ ساتھ جلیل القدر مفسرین کی آراء سے بھی ہوتی ہے۔

☆ **ابن جریر طبری کے نزدیک حجاب کا مفہوم**: ابن جریر طبری آیت ﴿فَاسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط﴾ کی تعبیر میں فرماتے ہیں:

"سوالکم ایاھن المتاع اذاسألتموھن ذلک من وراء حجاب اطھر لقلوبکم وقلوبھن من عوارض العین فیھاالتی تعرض فی صدور الرجال من امر النساء وفی صدور النساء من أمر الرجال واحدی من ان لایکون للشیطان علیکم وعلیھن سبیل"(۲۶)

"تمہارا ان ازواجِ مطہرات سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرنا پردے کے پیچھے سے ہونا چاہیے' یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں میں بھی آنکھ سے پیدا ہونے والے غلط جذبات و خیالات کو پاک کرنے والی ہے جو کہ مردوں کے دلوں میں عورتوں سے متعلق پیدا ہو جاتے ہیں اور عورتوں کے دلوں میں مردوں سے متعلق پیدا ہوتے ہیں' اور زیادہ مطلوب یہی ہے کہ تمہارے معاملے میں یا ان کے معاملے میں شیطان کو کوئی راستہ نہ مل سکے"۔

☆ **امام رازی کے نزدیک لفظ حجاب کا مفہوم**: امام رازی فرماتے ہیں:

قولہ ﴿فاسئلوھن من وراء حجاب﴾ امر بسدل السترعلیھن وذلک لایکون

الابکونھن مستورات محجوبات و کان الحجاب وجب علیھن (۲۷)

''﴿ فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ﴾ یہ حکم ہے کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکالیں اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب کہ وہ پردے میں چھپی ہوئی ہوں اوران پر حجاب کرنا واجب تھا''۔

۵) اَزواج اور عام مسلمان عورتوں کے حجاب میں فرق:

ڈاکٹر صاحب آیت حجاب کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''چونکہ یہ حکم اَزواج مطہرات کو دیا گیا لہٰذا ان کے لیے یہ حکم فرض تھا۔البتہ امت کی خواتین کے لیے اس کی شرعی حیثیت سنت مستحبہ کی ہوگی اگر کوئی کر لے تو مستحب، ورنہ کوئی گناہ نہ ہوگا''(۲۸)

ہم ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ جب اَزواج مطہرات اور عام عورتوں، دونوں کے لیے آپ آیت حجاب ہی سے دلیل پکڑ رہے ہیں تو ایک ہی نص سے اُمت کی ایک جماعت کے لیے آپ وجوب ثابت کر رہے ہیں جبکہ دوسری جماعت کے لیے آپ استحباب ثابت کر رہے ہیں۔استدلال و استنباط احکام کے اصولوں میں سے کون سا اصول ایسا ہے جو کہ اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ ایک ہی نص سے وجوب بھی ثابت ہوتا ہے اور استحباب بھی،ڈاکٹر صاحب جو بات کر رہے ہیں وہ نص تو کیا،عقل کے بھی خلاف ہے۔جب اصل (اَزواج) کا حکم،وجوب کا ہے تو فرع (عام مسلمان عورتیں) کا حکم استحباب کیسے ہوگیا؟۔

دلیل ثانی:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ﴾ (۲۹)

''اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیں اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور اہل ایمان کی عورتوں کو' کہ وہ اپنے جلباب (چادروں) کا بعض حصہ اپنے (چہروں کے) اُوپر لٹکا لیا کریں۔ان کا یہ عمل اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے اور ان کو تکلیف نہ دی جائے''۔

مسلمان عورتوں اور ازواج مطہرات کے حجاب کا فرق؟

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ حجاب کا حکم اَزواج کے لیے واجب تھا جبکہ عام مسلمان عورتوں کے لیے حجاب مستحب ہے۔ہم یہ کہتے ہیں یہ آیہ مبارکہ ڈاکٹر صاحب کے اس مؤقف کے خلاف نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔اس آیہ مبارکہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ جس حجاب کا حکم ازواج مطہرات کو دیا جا رہا ہے اسی حجاب کا حکم عام مسلمان عورتوں کو بھی دیا جا رہا ہے'اور تمام علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ازواج مطہرات کے حجاب میں چہرے کا پردہ واجب تھا۔

''جلباب مع الادناء'' کا مفہوم

''جلباب مع الادناء'' سے مراد تمام بدن کے ساتھ ساتھ چہرے کو بھی ڈھانپنا ہے جلباب کے شرعی معنوں میں بدن کے علاوہ چہرے کو ڈھانپنا بھی شامل ہے اور جلباب انہی معنوں میں عہد نبوی ﷺ میں معروف تھا۔ اس کی دلیل بخاری کی درج ذیل روایت ہے جس میں واقعہ افک کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہ k صفوان بن معطلؓ کے بارے میں فرماتی ہیں:

> "فعرفني حين رآني و كان يراني قبل الحجاب فاستيقظت باسترجاعه حين عرفني' فخمرت وجهي بجلبابي' و في رواية "فسترت وجهي عنه بجلبابي" (۳۰)

> ''تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب مجھے دیکھا اور وہ مجھے حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے دیکھا کرتے تھے۔ پس میں ان کے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ کہنے کی وجہ سے بیدار ہوگئی تو میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپ لیا''۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ''میں نے اس سے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے چھپا لیا''۔

اس حدیث کے مطابق حضرت عائشہ k کے بقول جلباب عہد نبوی میں چہرے کے ڈھانپنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

حدیث کا یہ ٹکڑا ''وكان يراني قبل الحجاب'' بہت اہم ہے۔ اس سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

ا) حدیث کے اس ٹکڑے سے اس بات کی وضاحت ہو رہی ہے کہ حضرت عائشہؓ کا کہنا یہ تھا کہ حضرت صفوان بن معطلؓ نے مجھے حجاب کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے دیکھا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ حجاب کا حکم کہاں ہے جس کی طرف حضرت عائشہؓ نے اشارہ کیا ہے؟ وہ حجاب کا حکم اسی آیت میں ہے۔ حضرت عائشہؓ کا اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے اس آیت کی طرف اشارہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت میں چہرے کے پردے کا حکم بھی شامل ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ کی اس روایت میں جلباب لٹکانے کا تذکرہ ہے اور جلباب لٹکانے کا حکم اس آیت میں بھی بالکل واضح طور پر موجود ہے اور تقریباً تمام مفسرین نے چہرے کے

پردے میں استدلال اسی آیت سے کیا ہے' جیسا کہ ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔

۲) حضرت عائشہؓ کے اس فرمان سے اس آیت میں چہرے کے پردے کا وجوب بھی ثابت ہو رہا ہے' کیونکہ حضرت عائشہؓ کی یہ وضاحت کہ ''و کان یرانی قبل الحجاب'' اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد چہرے کو کھلا رکھنا حضرت عائشہؓ کے نزدیک گناہ تھا' اس لیے حضرت صفوان بن معطلؓ نے جب ان کو پہچان لیا تو حضرت عائشہؓ نے اس کی توجیہہ بیان کی کہ انہوں نے مجھے اس آیت کے نزول سے پہلے دیکھا ہوا تھا، اگر چہرے کا کھلا رکھنا جائز ہوتا تو حضرت عائشہؓ کو یہ وضاحت پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ علاوہ ازیں حدیث کے اس ٹکڑے سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عائشہؓ کو حضرت صفوان بن معطلؓ نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ k کا یہ عمل اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ صحابیات مطہرات ا اس آیت سے چہرے کے پردے کا وجوب مراد لیتی تھیں۔

۳) اگر ڈاکٹر صاحب ''فسترت وجھی عنه بجلبابی'' کی یہ تاویل کریں کہ یہ حدیث تو ازواج مطہرات کے لیے خاص ہے تو اس کے جواب میں ہم یہ عرض کریں گے کہ ''و کان یرانی قبل الحجاب'' کا قرینہ اس کے عموم کو ثابت کر رہا ہے' کیونکہ حضرت عائشہؓ نے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے اپنے عمل کو دلیل نہیں بنایا بلکہ اپنا چہرہ چھپاتے وقت ایک دلیل کی طرف اشارہ کیا جس دلیل کی بنیاد پر وہ چہرہ چھپا رہی تھیں اور وہ دلیل حکمِ حجاب ہے جو کہ اس آیت مبارکہ میں دیا گیا ہے اور یہ آیت صرف ازواجِ مطہراتؓ کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے' جیسا کہ اس کے الفاظ ''وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ'' سے ظاہر ہوتا ہے۔

۴) چہرے کا پردہ تمام مؤمن عورتوں کے لیے لازم ہے۔ یہ حکم صرف ازواج مطہرات کے لیے خاص نہیں ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے ہم دلیل کے طور پر مزید دو احادیث کا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

''کان الرکبان یمرون بنا ونحن مع رسول اللهﷺ محرمات' فاذا حاذوا بنا سدلت احدانا جلبابها من رأسها علی وجهها' فاذا جاوزونا کشفناه'' (۳۱)

''ہمارے پاس سے قافلے گزرتے تھے اور ہم اللہ کے رسولﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتیں' پس جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم میں سے کوئی ایک

اپنی چادر اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتی، پس جب وہ ہمارے پاس سے گزر جاتے تو ہم اس کو کھول دیتیں''۔ علامہ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

اسی طرح حضرت اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے اور یہ روایت حجاب کے حکم کے عموم کے بارے میں نص قطعی ہے:

''کنا نغطی وجوھنا من الرجال، وکنا نمتشط قبل ذلک فی الاحرام''۔ (۳۲)

''ہم اپنے چہروں کو مردوں سے ڈھانپتی تھیں اور اس سے پہلے ہم حالت احرام میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں''۔

امام حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت اختیار کی ہے۔

''یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ'' اور مفسرین کی آراء:

ذیل میں ہم ان متقدمین اور متاخرین مفسرین کی آراء بیان کریں گے جنہوں نے آیہ مبارکہ ''یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ'' سے چہرے کے پردے پر استدلال کیا ہے۔ قارئین کی معلومات کے لیے ہم نے اکثر مفسرین کا سن وفات بھی ذکر کر دیا ہے جس یہ واضح ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کی چودہ صدیوں کی تاریخ میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا کہ جس میں مفسرین نے اس آیت مبارکہ کو اپنے زمانے میں چہرے کے پردے کی دلیل کے طور پر پیش نہ کیا ہو۔

✌ تفسیر طبری، امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، المتوفی ۳۱۰ھ۔

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

اس آیت کی تشریح میں علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں:

''لا یتشبھن بالاماء فی لباسھن اذا ھن خرجن من بیوتھن لحاجتھن، فکشفن شعورھن ووجوھھن ولکن لیدنین علیھن من جلابیبھن لئلا یعرض لھن فاسق، اذا علم انھن حرائر باذی من قول'' (۳۳)

''جب وہ مسلمان عورتیں اپنی ضرورت کے تحت گھروں سے نکلیں تو لونڈیوں کے ساتھ لباس میں مشابہت اختیار کرتے ہوئے اپنے بالوں اور چہروں کو کھلا نہ رکھیں، بلکہ اپنے اوپر اپنی چادروں کو لٹکا لیا کریں تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور فاسقین کی اذیت دہ باتوں سے بچ سکیں''۔

✌ معانی القرآن، ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفراء، المتوفی ۲۰۷ھ

امام فراء اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"والجلباب الرداء حدثنا ابو العباس قال حدثنا محمد قال حدثنا الفراء قال حدثنی یحیی بن المهلب ابو کدینة عن ابن عون عن ابن سیرین فی قوله ﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ ھکذا: قال تغطی احدی عینیها وجبهتها والشق الآخر الا العین (۳۴)

"جلباب سے مراد چادر ہے۔ ہم سے ابوالعباس نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے امام فراء نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے یحییٰ بن مہلب نے بیان کیا' وہ ابن عون سے اور وہ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول ﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ کے بارے میں کہ انہوں نے (ابن سیرین نے) کہا کہ وہ (عورت) اپنی ایک آنکھ اور اپنی پیشانی کو ڈھانپے گی اور دوسری طرف کو بھی ڈھانپے گی سوائے ایک آنکھ کے"۔

☜ احکام القرآن' ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص' المتوفی ۳۷۰ھ

"قال ابوبکر فی هذه الآیة دلالة علی ان المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الاجنبیین ......وفیها دلالة علی ان الامة لیس علیها بستر وجهها وشعرها لان قوله تعالی ﴿وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ظاهره انه اراد الحرائر" (۳۵)

"ابوبکر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ نوجوان عورت کو اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے......اور اس آیت میں اس بات کی طرف بھی رہنمائی موجود ہے کہ لونڈی پر اپنے چہرے اور بالوں کو چھپانا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ سے ظاہری طور پر یہ واضح ہو رہا ہے کہ یہاں مراد آزاد مسلمان عورتیں ہیں"

☜ تفسیر بغوی' ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (المتوفی ۵۱۶ھ) امام بغوی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ جمع الجلباب وهو الملاءة التی تشتمل به المرأة فوق الدرع والخمار وقال ابن عباس وابوعبیدة امر نساء المؤمنین ان یغطین رؤوسهن ووجوههن بالجلابیب الا عینا واحدة لیعلم انهن حرائر" (۳۶)

"جلابیب' جلباب کی جمع ہے اور یہ وہ چادر ہے جسے عورت اپنی قمیص اور دوپٹے کے اوپر اوڑھتی ہے اور ابن عباس اور ابوعبیدہ نے کہا کہ عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر اور چہروں کو اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد ہیں"۔

☜ الکشاف' ابو القاسم جار اللہ محمد بن عمر الزمخشری الخوارزمی' المتوفی ۵۳۸ھ

علامہ زمخشری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ومعنى﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾يرخينهاعليهن ويغطين بها وجوههن واعطافهن يقال اذازل الثوب عن وجه المراة ادنى ثوبک على وجهک...
فان قلت مامعنى(من)فى(من جلابيهن) قلت هوللتبعيض الاأن يكون معنى التبعيض محتمل وجهين أحدهماأن يتجلببن ببعض مالهن من الجلابيب والمرادأن لاتكون الحرةمتبذلةفي درع وخمار كالأمةوالماهنةالخادم قولها جلبان فصاعدافى بيتها،والثانى أن ترخى المرأةبعض جلبابها وفضله عل وجهها‌تتقنع حتى تتميز من الأمة" (۳۷)

''اور ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کا معنی یہ ہے کہ وہ ان جلابیب کو اپنے اوپر لٹکا لیں اور ان کے ذریعہ اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں' کیونکہ جب عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کر...اگر تم یہ سوال کرو کہ ''من جلابیبھن'' میں 'من' کے کیا معنی ہیں ؟۔تو میں یہ کہوں گا کہ 'من' یہاں تبعیض ے لیے ہے اور ہاں پر اس کے لیے دو معانی کا احتمال موجود ہے ایک تو یہ کہ وہ عورتیں اپنے بہت سارے جلابیب میں سے ایک جلباب اوڑھ لیں یعنی مراد یہ کہ آزاد عورت لونڈی یا پیشہ ور خادمہ کی طرح ایک لمبی قمیص اور اوڑھنی میں باہر نہ نکلے جبکہ اس کے پاس گھر میں دو یا اس سے زائد جلابیب موجود ہوں اور دوسرا معنی یہ ہے کہ عورت اپنے سر پر اوڑھے ہوئے جلباب کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر لٹکا لے یعنی گھونگھٹ نکال لے تا کہ لونڈی سے اس کی تمیز ہو سکے''۔

☜ زاد المسیر' امام ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی البغدادی' (المتوفی ۵۹۷ھ) علامہ ابن جوزی اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قوله تعالىٰ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾قال ابن قتيبة:يلبس ن الاردية.وقال غيره:يغطين رؤوسهن ووجوههن ليعلم انهن حرائر" (۳۸)

''ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چادریں اوڑھ لیں' جبکہ دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے کو ڈھانپ لیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں''۔

☜ التفسیر الکبیر' امام فخر الدین رازی' (المتوفی ۶۰۶ھ) اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں

فرماتے ہیں:

”ویمکن ان یقال المراد یعرفن انهن لا یزنین لان من تستر وجهها مع انه لیس بعورةلایطمع فیهاانهاتکشف عورتهافیعرفن انهن مستورات لا یمکن طلب الزنا منهن“(۳۹)

”اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات کہی جائے کہ ان کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ زانی عورتیں نہیں ہیں‘ کیونکہ جس نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اس کے باوجود کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہے‘ اس سے یہ اُمید کبھی نہ کی جائے گی کہ وہ اپنے ستر کو کسی کے سامنے کھول دے گی‘ پس ان کو پہچان لیا جائے گا کہ وہ پردہ والی عورتیں ہیں اور ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہ ہوگا“۔

٭ تفسیر بیضاوی‘ قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی الشافعی المتوفی ۶۹۲ھ

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”یغطین وجوههن وابدانهن بملاحفهن اذابرزن لحاجةومن للتبعیض فان المرأة ترخی بعض جلبابها وتتلفع ببعض“(۴۰)

”وہ اپنے چہروں اور بدنوں کو اپنی چادروں سے ڈھانپ لیں جبکہ وہ کسی حاجت کے لیے باہر نکلیں اور ’’مِنْ‘‘ یہاں پر تبعیض کے لیے ہے‘ یعنی عورت اپنی چادر کے بعض حصے کو لٹکا لے اور بعض کو لپیٹ لے۔“

تفسیر نسفی‘ امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن احمد بن محمود النسفی الحنفی‘ المتوفی ۷۰۱ھ۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ومعنی﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾یرخینهاعلیهن ویغطین بهاوجوههن واعطافهن یقال اذازال الثوب عن وجه المراةادن ثوبک علی وجهک“(۴۱)

”﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ کا معنی یہ ہے کہ وہ جلابیب (چادروں) کو اپنے

اوپر لٹکا لیں اور اُن سے اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں۔ اگر عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کرو۔"

☺ تفسیر خازن، امام علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الصوفی الشافعی، المتوفی ۷۲۵ھ۔ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿یُدْنِیْنَ﴾ ای یرخین ویغطین ... قال ابن عباس امر نساء المومنین ان یغطین رؤوسھن ووجوھن بالجلابیب الاعیناواحدةلیعلم انھن حرائر (۴۲)

"﴿یُدْنِیْنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ لٹکائیں یا ڈھانپیں... (آگے چل کر اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں) ابن عباسؓ نے کہا کہ اہل ایمان کی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سروں اور چہروں کو اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں"۔

☺ البحر المحیط، امام محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی، متوفی ۷۵۴ھ، اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وعلیھن شامل لجمیع اجسادھن او علیھن علی وجوھن لان الذی کان یبدو منھن فی الجاھلیة ھو الوجه" (۴۳)

"اور ﴿عَلَیْھِنَّ﴾ ان عورتوں کے سارے جسم کو شامل ہے یا "علیھن" سے مراد صرف چہرہ ہے، کیونکہ جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ چہرہ ہی تھا"۔

☹ تفسیر قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، المتوفی ۶۷۱ھ۔ اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"لماکانت عادة العربیات التبذل وکن یکشفن وجوھن کمایفعل الاماء وکان ذلک داعیة الی نظرالرجال الیھن، وتشعب الفکرة فیھن، امر الله رسولهﷺ ان یامرھن بارخاء الجلالیب علیھن اذااردن الخروج الی حوائجھن" (۴۴)

"چونکہ عرب خواتین میں (دورِ جاہلیت کا) کچھ چھچھوراپن باقی تھا اور وہ لونڈیوں کی طرح اپنے چہروں کو کھلا رکھتی تھیں اور ان کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اور ان کے حوالے سے منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ ان کو اپنے اوپر چادروں کو لٹکانے کا حکم دیں جب بھی وہ اپنی ضرورت کے تحت باہر نکلنے کا ارادہ کریں"۔

● تفسیر ابن کثیر، حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وقال محمد بن سيرين سالت عبيدة السلماني عن قول الله عزوجل ﴿يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ﴾ فغطى وجهه وراسه وابرز عينه اليسرى"(۴۵)

''محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اللہ تعالیٰ کے قول ﴿يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ﴾ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے (اس آیت کی عملی تفسیر بتاتے ہوئے) اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ظاہر کیا''۔

تفسیر جلالین، امام جلال الدین محمد بن احمد المحلی و امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی۔ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اى يرخين بعضها على الوجوه اذا خرجن لحاجتهن الا عينا واحدة"(۴۶)

''یعنی وہ ان چادروں کا بعض حصہ اپنے چہروں پر ڈال لیں جب وہ کسی حاجت کے لیے نکلیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں''۔

اللباب فی علوم القرآن، ابوحفص عمر بن علی بن عادل الدمشقی الحنبلی، متوفی ۸۶۰ھ۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"قال ابن عباس وابوعبيدة من نساء المومنين ان يغطين رؤوسهن ووجوههن بالجلاليب الا عينا واحدة ليعلم انهن حرائر"(۴۷)

''ابن عباس اور ابوعبیدۃ نے ''نساء المؤمنین'' کے بارے میں کہا ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں''۔

نظم الدرر، برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی، متوفی ۸۸۵ھ۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"﴿يُدۡنِيۡنَ﴾ اى يقربن ﴿عَلَيۡهِنَّ﴾ اى على وجوههن وجميع ابدانهن فلا يدعن شيئا منها مكشوفا"(۴۸)

﴿يُدۡنِيۡنَ﴾ یعنی وہ قریب کریں ﴿عَلَيۡهِنَّ﴾ یعنی اپنے چہروں اور اپنے تمام جسم پر اور کسی چیز کو بھی کھلا نہ چھوڑیں''۔

تفسیر ابن عطیہ، ابومحمد عبدالحق ابن عطیہ الاندلسی۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"لما كانت عادة العربيات التبذل فى معنى "الحجبة" وكن يكشفن وجوههن كما تفعل الاماء وكان ذلك داعيا الى نظر الرجال اليهن وتشعب الفكرة فيهن امر الله ورسوله ﷺ يامرهن بادناء الجلابيب ليقع تسترهن

ویبین الفرق بین الاماء والحرائر' فتعرف الحرائر بسترھن"(۴۹)

''چونکہ عرب خواتین کی (دور جاہلیت کی) عادات میں سے چھچھورا پن ابھی باقی تھا اور اسی کو وہ پردہ خیال کرتی تھیں اور وہ اپنے چہروں کو لونڈیوں کی طرح کھلا رکھتی تھیں اور ان کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اور منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ان کو چادروں کے لٹکانے کا حکم دیں تاکہ وہ مستور ہوں اور آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے اور ان کے مستور ہونے کے سبب ان کو آزاد عورتیں خیال کیا جائے''۔

☼ تفسیر ابن عاشورا' الشیخ محمد طاہر ابن عاشورا۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

"وکان عمر بن الخطاب مدۃ خلافته یمنع الاماء من التقنع کی لا یلتبسن بالحرائر ویضرب من تتقنع منھن بالدرۃ ثم زال ذلک بعدہ"(۵۰)

''حضرت عمر بن خطابؓ اپنے دورِ خلافت میں لونڈیوں کو نقاب پہننے سے منع کرتے تھے' تاکہ آزاد عورتوں سے ان کی مشابہت نہ ہو اور جو بھی ان میں سے نقاب اوڑھتی اس کو کوڑے سے مارتے تھے' پھر ان کے بعد یہ عمل ختم ہو گیا''۔

♠ فتح القدیر' محمد بن علی بن محمد الشوکانی اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"قال الواحدی: قال المفسرون یغطین وجوھھن و رؤوسھن الا عینا واحدۃ فیعلم انھن حرائر فلا یعرض لھن باذی"(۵۱)

''واحدی نے کہا ہے کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ اپنے چہرے اور اپنے سر ڈھانپ لیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ یہ جان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو تکلیف نہ دی جائے''۔

❋ روح المعانی' ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی' متوفی ۱۲۷۰ھ۔ اس آیہ مبارکہ میں ''عَلَيْهِنَّ'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والظاھر ان المراد "بعلیھن" علی جمیع اجسادھن وقیل: علی رؤوسھن اوعلی وجوھھن لان الذی کان یبدومنھن فی الجاھلیۃ ھو

الوجه واختلف فی کیفیة هذا التستر"(۵۲)

''اور ظاہر میں ''عَلَيْهِنَّ'' سے مراد سارا جسم ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے سروں یا چہروں پر ڈال لو' کیونکہ دَورِ جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ ان کا چہرہ تھا لیکن چہرہ ڈھانپنے کی اس کیفیت میں مفسرین کا اختلاف ہے''۔

✞ فتح البیان' صدیق بن حسن بن علی بن الحسین القنوجی البخاری' المتوفی ۱۳۰۷ھ۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"قال الواحدی :قال المفسرون یغطین وجوههن ورؤوسهن الاعینا واحدة فیعلم انهن حرائر فلا یعرضن لهن باذی وبه قاله ابن عباس"(۵۳)

''واحدی نے کہا ہے کہ مفسرین نے کہا کہ وہ عورتیں اپنے چہرے اور سر ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور یہی ابن عباس کا بھی قول ہے۔''

✞ تفسیر نووی' محمد بن عمر الجاوی' متوفی ۱۸۹۸م''ادناء'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(اَدْنٰی) ای احق بان یعرفن انهن حرائر وانهن مستورات لایمکن طلب الزنا منهن لان من ستر وجهها لایطمع فیها ان تکشف عورتها''(۵۴)

''ادنیٰ'' سے مراد یہ ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اس حال میں کہ انہوں نے اپنے آپ کو چھپایا ہو۔ایسی صورت میں ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہیں ہے' کیونکہ جو عورت اپنے چہرے کو ڈھانپ لے اس کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنا ستر کھولے گی''۔

✦ تفسیر مراغی' علامہ احمد بن مصطفیٰ مراغی۔اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''﴿يُدْنِينَ﴾ ای یرخین ویسدلن ویقال للمراة اذا زل الثوب عن وجهها ادنی ثوبک علی وجهک. ای اقرب''(۵۵)

''﴿يُدْنِينَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ (اپنی چادریں) لٹکا لیں۔عورت کا کپڑا جب اس کے چہرے سے ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے

چہرے کے قریب کر''۔

✠ تفسیر سعدی، عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی، متوفی ۱۳۷۶ھ۔اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ای یغطین بھا وجوھھن وصدورھن"(۵۶)

یعنی اپنے چہرے اور سینے ان (جلابیب) کے ساتھ ڈھانپ لیں''۔

✡ اضواء البیان، محمد الامین بن محمد المختار الشنقیطی، متوفی ۱۳۹۳ھ۔اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ومن ادلة القرآنية علی احتجاب المرأة وسترها جميع بدنها حتی وجهها قوله تعالیٰ ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾فقد قال غير واحد من اهل العلم ان معنی يدنين عليهن من جلابيبهن، انهن يسترن جميع بدنهن ووجوههن"(۵۷)

''عورت کے حجاب اور پورے بدن حتیٰ کہ چہرے کو بھی ڈھانپنے کے قرآنی دلائل میں ایک دلیل یہ آیت مبارکہ ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ بھی ہے اور بہت سارے اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے سارے بدن اور چہرے کو ڈھانپیں گی''۔

☪ تفسیر ثنائی، ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری۔

"﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ﴾ ای علی وجوههن"(۵۸)

''اے نبی ﷺ !اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکالیا کریں''یعنی اپنے چہروں پر۔

♋ تفسیر مظہری۔قاضی ثناء اللہ المظہری النقشبندی، المتوفی ۱۲۲۵ھ۔اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قال ابن عباس وابوعبيدةامرنساء المومنين ان يغطين رؤسهن ووجوههن بالجلابيب الاعيناواحداليعلم انهن الحرائر"ومن" للتبعيض لان المرأة ترخی بعض جلبابها"(۵۹)

''ابن عباس اور ابوعبیدۃ وغیرہ کا قول ہے کہ اہل ایمان کی عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر اور چہرے اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے، تا کہ یہ جان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔اور ''مِن''تبعیض کے لیے ہے، کیونکہ عورت اپنی چادر کا بعض حصہ (اپنے چہرے پر) لٹکاتی ہے''۔

أیسر التفاسیر، الشیخ ابوبکر جابر الجزائری اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"يدنين عليهن من جلابيبهن أی يرخين علی وجوههن الجلباب حتی لايبدو

من المرأة الا عين واحدة تنظربها الطريق اذا خرجت لحاجة"(۶۰)

"﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ کا مطلب ہے کہ وہ جلباب اپنے چہرے پر اس طرح لٹکا لیں کہ سوائے ایک آنکھ کے عورت کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔"

البحر المدید' ابوالعباس احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیبہ الحسنی' (متوفی ۱۲۲۴ھ) اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ" أی یرخین علی وجوھھن من جلابیبھن فیغطین بھاوجوھھن"(۶۱)

"﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے جلباب کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر لٹکا لیں، اور اس سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیں"۔

التفسیر المنیر' ڈاکٹر وھبہ الزحیلی

"(یدنین) الادناء التقریب و المراد الارخاء و السدل علی الوجه و البدن و ستر الزینة و لذا عدی بعلی...و من للتبعیض فان المرأة تغطی بعض جلبابها وتتلفع ببعض والمراد یرخین بعضها علی الوجوه اذا خرج لحاجتهن الا شیئا قلیلا کعین واحدة"(۶۲)

"﴿یدنین﴾ ادناء سے مراد چہرے اور سارے بدن پر لٹکانا ہے اور زینت کو چھپانا ہے اسی وجہ سے اسے 'علی' کے ساتھ متعدی کیا گیا...اور 'من' تبعیض کے لیے ہے جس کا مطلب ہے کہ جب عورتیں گھر سے باہر کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو اپنے جلباب کے ایک حصے کو اپنے چہروں پر لٹکا لیا کریں سوائے ایک آنکھ کھلی رکھنے کے"

یہ تو علمائے متقدمین و متاخرین کی عربی تفاسیر تھیں۔ اب ہم عصر حاضر کے مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے علماء کی اردو تفاسیر کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

ﻫ معارف القرآن' مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔

"﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾"

اس آیت کے بارے میں سیر حاصل تفسیر بیان کرنے کے بعد خلاصہ کلام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے نکلنا پڑے تو بھی

چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔ مروّجہ برقع بھی اس کے قائم مقام ہے''۔(۶۳)

♍ تفہیم القرآن' سید ابوالاعلیٰ مودودی۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾

''اے نبیؐ! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں''۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں مولانا مودودی بیان فرماتے ہیں:

''موجودہ زمانے کے بعض مترجمین اور مفسرین مغربی مذاق سے مغلوب ہو کر اس لفظ کا ترجمہ صرف ''لپیٹ لینا'' کرتے ہیں تا کہ کسی طرح چہرہ چھپانے کے حکم سے بچ نکلا جائے' لیکن اللہ تعالیٰ کا مقصود اگر وہی ہوتا جو یہ حضرات بیان کرنا چاہتے ہیں تو وہ ''یُدْنِیْنَ اِلَیْهِنَّ'' فرماتا۔ جو شخص بھی عربی زبان جانتا ہو وہ کبھی یہ نہیں مان سکتا کہ ''یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ'' کے معنی محض لپیٹ لینے کے ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں ''مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ'' کے الفاظ یہ معنی لینے میں اور زیادہ مانع ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں ''مِنْ'' تبعیض کے لیے ہے' یعنی چادر کا ایک حصہ۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ لپیٹی جائے گی تو پوری چادر لپیٹی جائے گی نہ کہ اس کا محض ایک حصہ۔ اس لیے آیت کا صاف مفہوم یہ ہے کہ عورتیں اپنی چادریں اچھی طرح اوڑھ لپیٹ کر ان کا ایک پلو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں جسے عرف عام میں گھونگھٹ ڈالنا کہتے ہیں''۔(۶۴)

♎ ترجمان القرآن' مولانا ابوالکلام آزاد۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾

''اے نبیؐ! آپ اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں اوڑھ کر ان کا کچھ حصہ نیچے لٹکا لیا کریں''۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''آیت ۵۹ میں حجاب یعنی پردہ کے احکام بیان فرمائے ہیں جو تمام مسلمان عورتوں کے لیے یکساں طور پر واجب ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر ڈال کر اپنا منہ چھپا لیا کریں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔ جمہور صحابہ و تابعین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے''۔ (۶۵)

♏ تدبر قرآن' مولانا امین احسن اصلاحی۔

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾

''اے نبیؐ! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں''۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں مولانا اصلاحی صاحب فرماتے ہیں:

''قرآن نے اس ''جلباب'' سے متعلق یہ ہدایت فرمائی کہ مسلمان خواتین گھروں سے باہر نکلیں تو اس کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تاکہ چہرہ بھی فی الجملہ ڈھک جائے اور انہیں چلنے پھرنے میں زحمت پیش نہ آئے۔ یہی ''جلباب'' ہے جو ہمارے دیہاتوں کی شریف بڑی بوڑھیوں میں اب بھی رائج ہے اور اسی نے فیشن کی ترقی سے اب برقع کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس برقعہ کو اس زمانے کے دلدادگانِ تہذیب اگر تہذیب کے خلاف قرار دیتے ہیں تو دیں' لیکن قرآن مجید میں اس کا حکم نہایت واضح الفاظ میں موجود ہے جس کا انکار صرف وہی برخود غلط لوگ کر سکتے ہیں جو خدا اور رسولؐ سے زیادہ مہذب ہونے کے مدعی ہیں''۔ (۶۶)

♐ ضیاء القرآن' پیر کرم شاہ الازہری۔

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾

''اے نبی مکرمؐ! آپ فرمائیے اپنی ازواجِ مطہرات کو' اپنی صاحبزادیوں کو اور جملہ اہل ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) ڈال لیا کریں اپنے اوپر اپنی

چادروں کے پلو''۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں مولانا فرماتے ہیں:

''اے نبی مکرم! آپ اپنی ازواجِ مطہرات، اپنی دخترانِ پاک نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں۔ پھر اس کا ایک پلو اپنے چہرے پر ڈال لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو پتا چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔ اس طرح کسی بد باطن کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی''۔ (٦٧)

۷) تفسیر احسن البیان، مولانا صلاح الدین یوسف۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جلابیب، جلباب کی جمع ہے جو ایسی بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا بدن ڈھک جائے۔ اپنے اوپر چادر لٹکانے سے مراد اپنے چہرے پر اس طرح گھونگھٹ نکالنا ہے کہ جس سے چہرے کا بیشتر حصہ بھی چھپ جائے اور نظریں جھکا کر چلنے سے اسے راستہ بھی نظر آنا چاہیے''۔ (٦٨)

۸) معارف القرآن، مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اِس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گھر سے نکلتے وقت عورت کو اپنا سر اور چہرہ اور بدن چھپانا ضروری ہے کہ کسی کو اس کا چہرہ نظر نہ آئے اور یہی پردہ مروجہ ہے جو شروع اسلام سے اب تک مسلمانوں میں رائج ہے جس کو اس زمانے کے شہوت پرست ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت دے اور مسلمانوں کو اُن کے فتنے سے بچائے''۔ (٦٩)

۹) تفسیر عثمانی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾

''اے نبیؐ! کہہ دیجیے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں''۔ (٧٠)

یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیں۔

پس ثابت ہوا کہ یہ آیت مبارکہ ایک عام مسلمان عورت کے لیے چہرے کے پردے کے وجوب

پر نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی ایک غلط فہمی اور اس کا جواب

اس آیت مبارکہ کے فہم میں بھی ڈاکٹر صاحب سے ایک بنیادی غلطی ہوئی ہے۔ جس کی نشاندہی ضروری ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس آیہ مبارکہ میں دیے گئے الفاظ "**ذلک أدنی أن یعرفن فلا یؤذین**' کو حکم جلباب کا سبب بنایا ہے، جو کہ اصول تفسیر اور اصول فقہ دونوں علوم سے ان کی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''جس طرح علت کی موجودگی اور عدم موجودگی احکام میں ضعف و تغیر کا باعث ہوتی ہے اسی طرح سبب کی موجودگی اور عدم موجودگی سے بھی احکام کا اجراء وارتفاع ہوتا ہے۔ نص قرآنی کے مطابق جس طرح فرائض نماز کی فرضیت کا سبب حکم ربانی کے علاوہ وقت کا ہونا بھی ہے۔ اسی طرح جلباب کے وجوب کا بھی سبب حکم الٰہی کے علاوہ آزاد عورت کی پہچان کرانا ہے۔ اگر نماز کا وقت یعنی سبب نہ ہو تو حکم الٰہی کے باوجود نماز کا عمل متقاضی نہیں ہوتا اس طرح حکم جلباب کے باوجود اس کا سبب آزاد عورت کی پہچان اور اس بنا پر ایذا رسانی اگر نہ پایا جائے تو اس حکم کا عملی تقاضا بھی مرفوع ہو جائے گا''۔(۷۱)

ڈاکٹر صاحب کا یہ نکتہ نظر قطعاً غلط ہے اس کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

سلف صالحین کی تفاسیر کے خلاف تفسیر:

محترم ڈاکٹر صاحب کی یہ تفسیر سلف صالحین کی تفسیر کے خلاف ہے۔ امام طبری سے لے کر عصر حاضر کے مفسرین میں سے کوئی ایک بھی ایسا مفسر نہیں ہے کہ جس نے اس آیت مبارکہ کی وہ تفسیر کی ہو جو کہ ڈاکٹر صاحب کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے خود اس بات کا اقرار اپنے مقالہ میں کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''اس آیت کا یہ تفسیری مفہوم شاید دیگر کتب تفسیر میں نہ ملے لیکن کسی تفسیری مفہوم کو محض اس بنا پر رد کر دینا کہ یہ مفہوم معروف تفسیر کے خلاف ہے' دانائی نہیں۔ بلکہ ایسا کہنا قرآن حکیم کی عالمگیر فکری دعوت کے خلاف ہے''۔(۷۲)

عصر حاضر میں ایسے بہت سے متجددین پیدا ہو رہے ہیں جو کہ اکثر و بیشتر یہ دعوی کرتے نظر آتے ہیں کہ امت مسلمہ کی چودہ صدیوں کی تاریخ میں کسی عالم کو یہ بات سمجھ نہیں آئی، جو کہ میں بیان کر رہا ہو۔ ہم ایسے دعووں کی حقیقت کے بارے میں یہی کہیں گے کہ ایسے دعوے عموماً ایسے لوگ کرتے ہیں جنہیں 'رسوخ فی العلم' حاصل نہ ہو، جن کی تحقیق کی بنیاد چند ترجمہ کی گئی کتابیں ہوتی ہیں، جنھوں نے

علوم اسلامیہ کو پختہ اور جلیل القدر علماء کی طویل صحبت میں رہ کر حاصل نہ کیا ہو۔ڈاکٹر صاحب کے بقول کسی مفسر کو یہ بات آج تک سمجھ نہیں آئی، کہ حکم جلباب کا سبب، معرفت حرہ اور عدم ایذا حرہ ہے۔ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جلیل القدر مفسرین غلامی کے ادارے کے عملاً ختم ہو جانے کے بعد میں اس آیت مبارکہ سے حکم جلباب ثابت کرتے رہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک، معرفت حرہ اور عدم ایذائے حرہ حکم جلباب کا کوئی سبب نہیں ہے ۔اس میں کوئی شک نہیں کہ سلف صالحین کی تفسیر کی مخالفت ہو سکتی ہے، کیونکہ وہ ایک تعبیر ہے ،اور تعبیر میں کوتاہی ہو سکتی ہے لیکن تمام سلف صالحین کی تفسیر کے برعکس تفسیر کرنا ایسی صورت میں جبکہ انسان کے پاس نہ تو سلف صالحین جیسا علم ہو اور نہ ہی تفسیر کرنے کے لیے بنیادی علمی صلاحیت ہو، کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کسی کا یہ دعوی کرنا، کہ امت مسلمہ کی چودہ صدیوں کی تاریخ میں، میں وہ پہلا شخص ہوں کہ جس پر قرآنی آیت کا یہ مفہوم پہلی مرتبہ منکشف ہوا ہے، ہی اس دعوے کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔

سبب نزول اور سبب کا فرق:

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ میں 'سبب نزول' اور 'سبب' کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔'سبب نزول' اصول تفسیر کا موضوع ہے جبکہ 'سبب' اصول فقہ کا موضوع ہے۔سبب نزول سے مراد وہ واقعاتی پس منظر ہے کہ جس کی وجہ سے اس آیت کا نزول ہوا ہوتا ہے۔جبکہ سبب سے مراد وہ وصف ظاہر منضبط ہے کہ جسے شارع نے کسی حکم کے وجود اور عدم وجود پر بطور علامت مقرر کیا ہو۔علامہ آمدی فرماتے ہیں:

"وهو كل وصف ظاهرمنضبط دل الدليل السمعي على كونه معرفالحكم شرعي"(٧٣)

''سبب سے مراد ہر وہ وصف ہے جو کہ ظاہر ہو اور منضبط ہو اور کسی سمعی دلیل سے یہ پتہ چل رہا ہو کہ وہ اس حکم شرعی کے لیے ایک علامت ہے۔''

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

"ما جعله الشارع معرفالحكم شرعي ،بحيث يوجد هذاالحكم عند

وجوده و ینعدم عندعدمه"(۷۴)

''سبب وہ ہے جسے شارع نے کسی شرعی حکم کے لیے بطور علامت مقرر کیا ہو اس طرح سے کہ اس کے وجود سے حکم کا وجود اور اس کے عدم سے حکم کا عدم لازم آئے۔''

وہ تفسیری روایات کہ جن کو مفسرین کرام نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں نقل کیا ہے ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ 'ذلک ادنی أن یعرفن فلایؤ ذین' سبب نزول کی طرف اشارہ ہے نہ کہ سبب کی طرف، کیونکہ سبب شارع کی طرف سے مقرر ہوتا ہے سبب کا تعلق کسی واقعے سے نہیں ہوتا بلکہ شارع اسے اپنی طرف سے کسی حکم کے وجود اور عدم وجود کے لیے علامت مقرر کرتا ہے جبکہ سبب نزول دنیا میں پیدا ہونے والے کسی واقعے کو کہتے ہیں کہ جس کے وقوع پذیر ہونے کے بعد اللہ کی طرف سے احکام کا نزول ہوتا ہے۔ مثلاً آیت ظہار، آیت لعان وغیرہ، سبب نزول کے بارے اصول تفسیر کا معروف قاعدہ ہے 'العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب'۔ کہ اگر کسی آیت کا سبب نزول، خاص ہو تو حکم کے نفاذ میں اس سبب نزول کی خصوصیت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ اصل اعتبار الفاظ کی عمومیت کا ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب کا ''ذلک ادنی أن یعرفن فلایؤذین'' کو حکم کا سبب بنانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ سبب نزول کا بیان ہے نہ کہ سبب کا۔

<u>ایذائے حرہ کی حقیقت</u>: ڈاکٹر صاحب نے حکم حجاب کے دو مقصد بیان کیے ہیں ایک معرفت حرہ دوسرا عدم ایذائے حرہ، ہم یہ کہتے ہیں کہ مقصد ایک ہی ہے اور وہ عدم ایذائے حرہ ہے، معرفت حرہ کا مقصد بھی اسکے تابع ہے کیونکہ بذاتہ معرفت حرہ کو مقصد بنانے **کی کوئی** وجہ سمجھ میں نہیں آتی جب تک کہ عدم ایذائے حرہ کو اس کے ساتھ ملا نہ دیا جائے۔ **جب یہ طے ہو گیا کہ ڈاکٹر صاحب کے** بیان کردہ مقاصد میں سے اصل مقصد عدم ایذائے حرہ ہے **تو** ہم **ڈاکٹر صاحب سے یہ سوال کرتے** ہیں کہ فتح مکہ کے بعد جبکہ جزیرہ نما عرب کی حد تک دین **اسلام غالب** ہو **چکا تھا تو اس** کے بعد کسی آزاد عورت کو تکلیف دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، خصوصاً حضرت **عمر** فاروق کے دور میں، گویا کہ ڈاکٹر صاحب کا اختراع کیا ہوا سبب تو فتح مکہ کے بعد ہی ختم ہو گیا تھا۔ جب سبب ختم ہو گیا تو یہ حکم حجاب بھی فتح مکہ کے ساتھ ہی ختم ہو جانا چاہیے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ صحابیات فتح مکہ کے بعد بھی حجاب پر اسی طرح کاربند رہیں جس طرح کہ فتح مکہ سے پہلے تھیں۔ یہی معاملہ تابعیات کا بھی تھا جیسا

کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر اور فاطمہ بنت منذر کی روایات ہیں ہے اور ان کی یہ روایات فتح مکہ کے بعد کی ہے:

"کنا نغطی وجوھنامن الرجال' و کنا نمتشط قبل ذلک فی الاحرام"(۷۵)

''ہم اپنے چہروں کو مردوں سے ڈھانپتی تھیں اور اس سے پہلے ہم حالت احرام میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں''۔

"عن فاطمة بنت المنذر انها قالت: كُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوْهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ (۷۶)

''حضرت فاطمہ بنت منذرؓ سے روایت ہے کہ ہم حالتِ احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔''

جب حالت احرام میں مسلمان عورتیں حجاب کی اس قدر پابندی کرتی تھیں، حالانکہ ان کے لیے حالت احرام میں اپنے چہرے کو کھلا رکھنا مشروع ہے، تو عام حالات میں ان کا حکم حجاب پر عمل کس قدر ہوگا۔ عموماً منکرین حجاب اللہ کے رسول ﷺ کے ابتدائی مدنی دور کو بنیاد بنا کر خیر القرون کے بارے میں مجموعی طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان ادوار میں ایک مسلمان عورت، آج کی نسبت زیادہ غیر محفوظ تھی، وہاں تو عورتوں کی عزتیں محفوظ نہ تھیں، فساق کی کثرت تھی جو عورتوں کو چھیڑنے کے لیے راستوں پر بیٹھے ہوتے، گویا ان کے کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آج کل کے ہمارے معاشرے ان معاشروں کی نسبت زیادہ پاکیزہ ہیں۔ منکرین حجاب کے نزدیک آج عورت کو اس طرح نہیں ستایا جاتا یا اس کی عزت کو اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا کہ خیر القرون میں تھا۔ اس لیے خیر القرون کے فاسق معاشروں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ، نقل کفر کفر نہ باشد) کے لیے تو حجاب کے حکم کی ضرورت تھی لیکن آج کل کے پاکیزہ معاشروں کے لیے حجاب کے حکم کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ابتدائی مدنی دور میں چند ایک ایسے واقعات ضرور ہوئے ہیں لیکن منکرین حجاب ان واقعات سے ایک ایسی کہانی تراشتے ہیں اور منظر کشی کرتے ہیں کہ جس سے ایک عام آدمی کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ آج کل کا ماحول اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کی نسبت بہت بہتر اور پاکیزہ ماحول ہے، اس لیے اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں تو مسلمان عورتوں کو حجاب کی ضرورت تھی جبکہ آج کل کے زمانے میں نہیں ہے۔

سبب اور حکمت کا فرق:

ڈاکٹر صاحب نے "ذلک ادنی أن یعرفن فلایؤذین' کو سبب بنایا ہے حالانکہ اصولیین کی

اصطلاح میں اسے 'حکمت' یا 'مصلحت' کہتے ہیں۔ڈاکٹر عبدالکریم زیدان 'حکمت' کے بیان میں لکھتے ہیں:

"وانماشرعت لمصلحةالعبادفی العاجل والآجل وهذاالمصلحة المقصودة اماجلب منافع لهم،وامادفع أضرارومفاسدورفع حرج عنهم...فالقرآن الكريم غالبامايقرن بحكمه الحكمةالباعثةعلى تشريعه من جلب نفع أودفع ضرر...فحكمة الحكم:هي المصلحة من جلب نفع أودفع ضررأرادالشارع تحقيقهابتشريع ذلك الحكم الأن الملاحظ:أن الشريعة،غالبا،لاتربط الحكم بحكمتهوجوداوعدما...وقدتكون الحكمةأمرا غيرمنضبط،أييختلف باختلف الناس وتقديرهم،ولايمكن بناء الحكم عليه لأنه يؤدى الى الاضطراب والفوضى فى الاحكام،فلايستقيم أمرالتكليف ولايطردولا ينضبط،وتكثر الادعات للتحلل من الأحكام(٧٧)

''حقیقت یہ ہے کہ احکام شرعیہ بندوں کی مصلحت کے لیے دیے گئے ہیں خواہ ان کا فائدہ فوراً ہو یعنی دنیا میں یا کچھ دیر بعد یعنی آخرت میں،اس مصلحت سے مقصود، یا تو بندوں کے لیے منفعت کا حصول ہے یا ان سے نقصانات،مفاسد اور تنگی کو دور کرنا ہے...قرآن مجید اکثر اوقات اپنے حکم کے ساتھ اس حکمت کا بھی ذکر کرتا ہے جو اس حکم کی تشریع کے لیے محرک ہو یعنی حصول منفعت یا دفع مضرت...پس حکمت سے مراد وہ مصلحت ہے جو حصول منفعت یا دفع مضرت کی صورت میں ہوتی ہے جس کو شارع اس حکم کی تشریع کے ساتھ وجود میں لانا چاہتے ہیں۔تاہم یہ بات قابل لحاظ ہے کہ شریعت نے حکم کو اس کی حکمت کے ساتھ اکثر احکام میں'وجود یا عدم کے اعتبار سے براہ راست مربوط نہیں کیا ہے...اور بعض اوقات حکمت غیر منضبط ہوتی ہے یعنی وہ لوگوں کے اختلاف اور ان کے اندازوں میں تبدیلی سے یہ بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے اس وقت حکم کی بنیاد اس پر نہیں رکھی جاسکتی کیونکہ ایسی صورت میں حکمت کو حکم کی بنیاد بنانا انتشار اور بدنظمی کا باعث بنتا ہے اس صورت میں مکلّف ہونے کا حکم ایک چیز پر قائم نہیں رہتا اور نہ ہی اس میں عمومیت آسکتی ہے اور نہ ہی اس کو منضبط کیا جاسکتا ہے اور احکام سے راہ فرار اختیار کرنے کے بہت سے دعوے ہوسکتے ہیں''۔

ہماری مذکورہ بالا اس بحث سے درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

١) حکمت سے مراد جلب منفعت اور دفع ضرر ہے۔اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ''ذلک ادنی أن یعرفن فلایؤذین''میں دفع ضرر کی بات ہورہی ہے اس لیے یہ حکمت ہے نہ کہ سبب۔

٢) حکمت غیر منضبط ہوتی ہے،یعنی اگر اس کی بنیاد پر حکم جاری کیا جائے تو وہ حکم مختلف اشخاص کے اعتبار سے تبدیل ہوتا رہے گا جبکہ سبب کے بارے میں ہم علامہ آمدی کی تعریف میں بیان کرچکے ہیں کہ

سبب ایک منضبط وصف ہوتا ہے یعنی اس پر اگر کسی حکم کی بنیاد رکھی جائے تو وہ حکم سب کے لیے ایک ہی ہوگا۔اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ''ذلک ادنی أن یعرفن فلایؤذین ''ایک غیر منضبط وصف ہے کیونکہ اس کی بنیاد پر حکم بعض مکلفین کے حق میں باقی رہتا ہے جبکہ بعض مکلفین کے حق میں باقی نہیں رہتا۔اس لیے یہ سبب نہیں، حکمت ہے۔

۳) حکم کی بنیاد حکمت پر نہیں رکھی جاتی بلکہ علت پر رکھی جاتی ہے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ بعض اوقات حکمت ہی علت بن جاتی ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ حکمت ایک منضبط وصف ہو۔حکمت اور علت میں اصل فرق انضباط کا ہے۔حکمت اگر منضبط ہو جائے تو وہ علت بن جاتی ہے۔

۴) اگر حکمت ایک غیر منضبط وصف ہو تو اس پر احکام کی بنیاد رکھنے کا مطلب ہے احکام سے راہ فرار اختیار کرنا اور شرعی احکامات کو اڑانا، جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے مذکورہ مسئلے میں حکمت کو بنیاد بنا کر حکم حجاب سے راہ فرار اختیار کی ہے۔

۵) اضافی طور پر یہ بات ہمارے علم میں ہونی چاہیے کہ اگر کسی حکم کا سبب ایسا ہو کہ عقل اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک کر سکتی ہو تو اس سبب کو 'علت' کہتے ہیں اور اگر کسی حکم کا سبب ایسا ہو کہ عقل اس (سبب) کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک نہ کر سکتی ہو تو اس سبب کو صرف 'سبب' کہتے ہیں۔مثلاً سفر روزہ افطار کرنے کا سبب ہے لیکن یہ سبب ایسا ہے کہ اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک عقل سے ممکن ہے اس لیے یہ سبب علت ہے جبکہ سورج کا غروب ہونا مغرب کی نماز کے وجوب کا سبب ہے لیکن یہ سبب ایسا ہے کہ اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک عقل سے ممکن نہیں ہے اس لیے اسے صرف سبب کہیں گے۔سبب اور علت میں اصل فرق مناسبت کا ادراک کا ہے۔بفرض محال ''ذلک ادنی أن یعرفن فلایؤذین ''کو اگر ڈاکٹر صاحب کے کہنے کے مطابق سبب مان بھی لیا جائے تو پھر بھی یہ سبب نہیں کہلائے گا کیونکہ عقل اس کے درمیان اور حکم حجاب کے درمیان مناسبت کا ادراک کر سکتی ہے ایسی صورت میں اس کو علت کہیں گے نہ کہ سبب،

خلاصہ کلام یہ کہ ''ذلک ادنی أن یعرفن فلایؤذین ''حکم حجاب کی حکمت یا مصلحت ہے جس سے شارع کا مقصد دفع ضرر ہے۔اس حکمت کے غیر منضبط ہونے کی وجہ سے اس کو نہ تو

علت بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی سبب، کیونکہ علت اور سبب دونوں ہی منضبط وصف ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے بھی ''ذلک ادنی أن یعرفن فلایؤذین'' کو حکمت قرار دیا ہے وہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"الحکمة من أمر الحرائر بالتستر ألایختلطن بالاماء فاذا عرفن لم یقابلن بأدنی معارضة مراعاة لرتبة الحریة فتنقطع الأطماع عنهن"(٧٨)

آزاد عورتوں کو حجاب کا حکم دینے کی حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ آزاد عورتیں لونڈیوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں جب آزاد عورتوں کے بارے میں معلوم ہو جائے گا کہ وہ آزاد ہیں تو پھر انھیں کسی قسم کی معمولی سی تکلیف بھی نہ دی جائے گی تا کہ آزاد عورتوں کے مقام کا لحاظ رکھا جائے اور ان سے ہر قسم کی غلط امیدیں ختم ہو جائیں۔

دلیل ثالث:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۚ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (٧٩)

''اور (اے نبیؐ!) کہہ دیں مومن عورتوں سے کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے کہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے اور اپنی چادروں کے پلو اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (میل جول کی) عورتوں کے یا اپنے لونڈی غلام کے یا اُن زیردست مردوں کے جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں یا اُن بچوں کے جو

عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔اور وہ اپنے پاؤں (زمین پر) مار کر نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔اور تم سب مل کر اللہ کے ہاں توبہ کرو اے اہل ایمان! شاید کہ تم فلاح پا جاؤ۔"

یہ آیۂ مبارکہ چہرے کے پردے کے وجوب پر درج ذیل اعتبارات سے دلالت کر رہی ہے:

۱) قرآن میں زینت کا مفہوم

قرآن میں زینت کا لفظ اکثر طور پر مادی چیزوں یعنی کپڑے اور بناؤ سنگھار کی اشیاء کے لیے استعمال ہوا ہے نہ کہ عورت کے اعضاء (چہرہ وغیرہ) کے لیے' اگرچہ عورت کا چہرہ اور اس کی زیب و زینت کے لیے استعمال ہونے والی اشیاء اور زیورات بھی زینت کے لغوی مفہوم میں شامل ہیں' لیکن قرآن میں زینت کا لفظ عورت کے اعضاء کے لیے استعمال نہیں ہوا بلکہ مادی اشیاء کے لیے استعمال ہوا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے واضح ہو رہا ہے:

۱) ﴿يٰبَنِىٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ......﴾ (الاعراف:۳۱)

۲) ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِىٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ......﴾ (الاعراف:۳۲)

۳) ﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا......﴾ (الکهف:۷)

٤) ﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَىْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ج﴾ (القصص:٦۰)

٥) ﴿اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ﴾ (الصّٰفّٰت)

٦) ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ط﴾ (النحل:۸)

۷) ﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ط﴾ (القصص:۷۹)

۸) ﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج﴾ (الکهف:٤٦)

۹) ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ......﴾ (الحدید:۲۰)

۱۰) ﴿قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ......﴾ (طٰہٰ:۵۹)

۱۱) ﴿وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ......﴾ (طٰہٰ:۸۷)

اصولِ تفسیر کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر ایک لفظ کسی ایک معنی میں قرآن میں کثرت سے استعمال ہوا ہو تو جہاں بھی اس لفظ کے معنی کے بارے میں اختلاف ہو گا تو اس لفظ کا وہی معنی مراد لیا جائے گا جس معنی میں وہ لفظ قرآن میں اکثر طور پر استعمال ہوا ہے۔علامہ شنقیطی تفسیر القرآن بالقرآن کے اس قاعدے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"و ان من انواع البیان التی تضمنها ان یکون الغالب فی القرآن ارادة معنی معین

فی اللفظ مع تکرر ذلک اللفظ فی القرآن فکون ذلک المعنی ھو المراد من اللفظ فی الغالب یدل علی انه ھو المراد فی محل النزاع لدلالة غلبة ارادته فی القرآن بذلک اللفظ"(٨٠)

''اور انواع البیان میں سے یہ بھی ہے کہ اگر قرآن میں ایک لفظ کا کثرت سے ایک معین معنی مراد لیا گیا ہو جبکہ یہ لفظ قرآن میں کئی بار آیا ہو، تو قرآن میں اس لفظ سے اس معین معنی کا کثرت سے مراد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں بھی اس لفظ کے معنی کے بارے میں اختلاف ہوگا وہاں یہی غالب معنی مراد ہوگا۔''

چونکہ قرآن میں اکثر طور پر زینت کا لفظ کپڑوں یا بناؤ سنگھار کی مادّی چیزوں کے لیے استعمال ہوا ہے، لہٰذا ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ میں اختلاف کی صورت میں زینت سے مراد وہ ظاہری اشیاء ہیں جن کو عورت اپنی زینت کے طور پر استعمال کرتی ہے نہ کہ عورت کے اعضاء۔ پس جب ثابت ہوا کہ چہرہ زینت کے مفہوم میں شامل نہیں ہے تو اس کا استثناء ﴿اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے کیسے درست ہوگا؟۔

زینت سے مراد مادی اشیاء ہیں نہ کہ عورت کے اعضاء، چونکہ لفظ 'زینتھن' عام ہے اس لیے آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ عورتیں اپنی ہر قسم کی زینت کو چھپائیں۔ جب زینت کو چھپانے کا حکم دیا تو مواضع زینت مثلاً ہاتھ، پاؤں، چہرہ اور کان وغیرہ خود بخود اس میں داخل ہو جائیں گے۔ اصل حکم عورتوں کو اپنی زینت کے چھپانے کا ہے سوائے اس کے کہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے اور جس کا چھپانا ممکن نہ ہو۔ اور اس سے مراد عورت کے کپڑے، ہاتھوں میں پہنی ہوئی انگوٹھی اور ہاتھوں میں لگائی ہوئی مہندی، آنکھوں کا سرمہ وغیرہ ہے۔ جیسا کہ درج ذیل اقوال صحابہ وتابعین سے معلوم ہو رہا ہے:

"عن ابن مسعود قال ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال: الثیاب"(٨١)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے "وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔''

حضرت ابن مسعود کی اس تفسیر کی تائید درج ذیل اقوال سے بھی ہوتی ہے:

"عن عائشة ولا یبدین زینتهن الا ماظهر منها قال الفتخ حلق من فضة یکون فی أصابع الرجلین"(٨٢)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ 'ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها' سے مراد وہ چاندی کی انگوٹھی ہے جو کہ پاؤں کی انگلیوں میں پہنی جاتی ہے۔

"عن ابن جبیر فی قول الله و لا یبدین زینتهن الا ماظهر منها یعنی الوجه و الکفین

فزينة الوجه الكحل وزينة الكفين الخضاب ولا يحل أن يرى منها غريب غير ذلک"(٨٣)

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ "ولایبدین زینتھن الاماظھر منھا" سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں۔ چہرے کی زینت سرمہ ہے اور دونوں ہاتھوں کی زینت خضاب ہے اور کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کے علاوہ اس کی کسی زینت کو کوئی اجنبی دیکھے۔

"عن مجاهد و لا يبدين زينتهن الا ماظهر منها قال الثياب و الخضاب و الخاتم و الكحل" (٨٤)

(حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ "ولایبدین زینتھن الاماظھر منھا" سے مراد کپڑے، مہندی، انگوٹھی اور سرمہ ہے)

۲) مقاصد شریعہ اور چہرے کا پردہ

اس آیہ مبارکہ (النور: ۳۱) میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مؤمن عورتوں کو شرم گاہ کی حفاظت کا حکم دیا ہے جس کا مقصد نسل ونسب انسانی کی حفاظت ہے۔ نسل انسانی کی حفاظت ضروریات کی قبیل سے ہے جس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے "وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ" میں حفظِ فروج کا حکم دیا جبکہ اس حکم کی تکمیل کے لیے" وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ" میں عورت کو اپنے چہرے کی زینت کے لیے استعمال ہونے والی اشیاء کے چھپانے کا حکم دیا جس کا لازمی تقاضا چہرے کو چھپانا بھی ہے۔ چونکہ زنا کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب چہرے کا کھلا رکھنا بھی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زنا سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اسباب اور ذرائع سے بھی منع کر دیا۔ ایسے احکامات کو اصولیین کی اصطلاح میں مکملاتِ مصالحِ شریعت کہتے ہیں۔ اصولیین نے مقاصد شریعہ کی بحث کرتے وقت ضروریات' حاجیات اور تحسینیات کے ساتھ ساتھ ان کے مکملات کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ مکملات کی تعریف کرتے ہوئے امام شاطبی لکھتے ہیں:

"شرع الله تعالى احكاما اخرى لتكميل انواع المقاصد السابقة من ضروريات و حاجيات و تحسينيات' كالتتمة و التكملة لها" (٨٥)

"اللہ تعالیٰ نے سابقہ مقاصد شریعہ ضروریات' حاجیات اور تحسینیات کی تکمیل کے کچھ

اور احکامات جاری کیے ہیں جو کہ ان مقاصد کے تتمے اور تکملے کا درجہ رکھتے ہیں''۔

لہٰذا حفظِ فروج کے حکم ضروری کی تکمیل کے لیے اس آیۂ مبارکہ کے الفاظ ''وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ'' میں عورت کے چہرے کو کھلا رکھنے سے منع فرمایا۔ عورت کا چہرہ زنا کا داعیات میں سے ہے۔ اس کی دلیل اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے:

''عن عبداللہ بن عباس قال کان الفضل ردیف النبی ﷺ فجاء ت امرأ ۃ من خثعم 'فجعل الفضل ینظر الیھاو تنظر الیہ'فجعل النبی ﷺ یصرف وجہ الفضل الی الشق الآخر''(۸۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے ان کے بھائی فضل بن عباسؓ حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سواری پر بیٹھے تھے تو خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی۔ فضل بن عباسؓ اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ اُن کی طرف دیکھنے لگی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فضل بن عباسؓ کا چہرہ پکڑ کر اس کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا''۔

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ فتنے کا محل ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے پیدا ہونے والے فتنے کا فوری سدّ باب کیا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس عورت کو چہرے کے پردے کا حکم کیوں نہ دیا' تو اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ عورت حالت احرام میں تھی اور حالت احرام میں اس کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا مشروع تھا۔

۳) دلالت اَوْلیٰ کے طریق سے

آیت کا حصہ ''وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ'' کی دلالت اَوْلیٰ سے چہرے کا پردہ ثابت ہوتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت کے اس حصے میں مؤمن عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے سینوں کو خوب اچھی طرح ڈھانپیں اور اپنی قمیصوں پر ایک اضافی چادر ڈال لیا کریں تاکہ ان کی گردن اور سینے کے ابھار وغیرہ ظاہر نہ ہوں' اور اس طرح فتنے کے ادنیٰ سے اندیشے کو بھی ختم کیا جا سکے۔ چونکہ چہرے کو کھلا رکھنے میں سینوں پر بُکل نہ مارنے کی نسبت فتنے کا زیادہ اندیشہ ہے اس لیے چہرے کو ڈھانپنے کا حکم اس نص سے بطریق اَوْلیٰ

ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ "وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ" میں بظاہر تو والدین کو اُف کہنے سے منع کیا گیا ہے لیکن دلالت اَوْلٰی کے طریق سے والدین کو برا بھلا کہنا، گالیاں دینا اور مارنا بھی اسی نص کے تحت منع ہے۔

حضرت عائشہؓ اس آیۂ مبارکہ کے نزول کے بارے میں بیان فرماتی ہیں:

"یرحم الله نساء المهاجرات الأول. لماانزل الله﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ شققن مروطهن فاختمرن بها" (۸۷)

"اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے! جب اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر اوڑھنیاں بنالیا۔"

اس بارے میں حافظ ابن حجر کا قول ہے:

"فاختمرن ای غطین وجوههن" (۸۸)

"'فاختمرن' سے مراد ہے انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔"

۴) فعل لازم کا استعمال

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں مطلقاً زینت کے اظہار سے منع کیا گیا ہے یعنی ہر قسم کی زینت اور اس میں چہرے کی زینت بھی داخل ہے اور ﴿اِلَّامَاظَهَرَ مِنْهَا﴾ (سوائے اس کے جو اس زینت میں سے خود بخود ظاہر ہو جائے) میں فعل لازم استعمال ہوا ہے جس سے مراد ایسی زینت ہے کہ جس کا چھپانا ممکن نہ ہو، جیسے کپڑے، گاؤن، مہندی، سرمہ یا برقعے وغیرہ کی زینت۔ البتہ اگر نص میں فعل متعدی کے ساتھ "اِلَّا مَا اَظْهَرْنَ مِنْهَا" (سوائے اس کے جو وہ اس زینت میں سے ظاہر کریں) کے الفاظ ہوتے تو ایسی صورت میں چہرے کو مستثنیٰ سمجھا جا سکتا تھا، کیونکہ چہرے کی زینت ظاہر کی جاتی ہے نہ کہ خود بخود ظاہر ہوتی ہے۔

۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر

حضرت عبداللہ ابن مسعود کی تفسیر سے بھی اس آیت مبارکہ سے چہرے کا پردہ ثابت ہوتا ہے۔

۱) ابن جریر طبری نے "جامع البیان" میں "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"حدثنی یونس، قال اخبرنا ابن وهب، قال اخبرنی الثوری، عن ابی اسحاق الهمدانی، عن ابی الاحوص عن ابن مسعود قال ﴿وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّامَاظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال: الثياب" (۸۹)

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے "وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔"

۲)امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت اس سند کے ساتھ نقل کی ہے:

"اخبرنی عبد اللہ بن محمدالصیدلانی ثنا اسمعیل بن قتیبہ ثنابو بکر بن ابی شیبہ ثناشریک عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبد اللہ﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ﴾قال لاخلخال ولاشنف ولا قرط ولاقلادۃ﴿اِلَّامَاظَهَرَ مِنْهَا﴾قال الثیاب"(۹۰)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے زینت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد پازیب' بالیاں اور ہاروغیرہ مراد ہیں اور''اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' سے کپڑے مراد ہیں۔''

امام حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے اور امام ذہبی نے اس تصحیح میں امام حاکم کی مواقفت اختیار کی ہے:

۶) آیت کا سیاق و سباق

آیت کے اس حصے ﴿وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ﴾ میں مؤمن عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ چلتے وقت اپنے پاؤں زمین پر مار کر نہ چلیں' تا کہ ان کے پاؤں یا چال کی زینت یا پازیب وغیرہ کی جھنکار سن کر مَرد اُن کی طرف متوجہ نہ ہوں' کیونکہ اس طرح عورت کی یہ مخفی زینت ظاہر ہو کر مَردوں کے لیے فتنے کا باعث بن جاتی ہے۔ جو شریعت مطہرہ فتنے کے اندیشے کو بھی ختم کرنے کے لیے عورتوں کو پاؤں زمین پر مار کر چلنے سے روک رہی ہے اس شریعت کے بارے میں یہ گمان رکھنا کہ وہ اسی آیت میں عورتوں کو چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دے رہی ہے' ایک عام انسان کی سمجھ سے بالاتر بات ہے۔ چہرے کی زینت بہرحال قدموں کی چاپ اور انداز کی زینت سے بہت بڑھ کر ہے' اس لیے ''اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' کے ذریعے چہرے کا مستثنیٰ کرنا قرآن کے سیاق و سباق کے خلاف ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

(مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُیَلَاءِ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ) قالت ام سلمۃ یارسول اللہ فکیف تصنع النساء بذیولھن؟ قال:(تُرْخِیْنَهُ شِبْرًا)قالت:اذا تنکشف اقدامھن؟قال:(تُرْخِیْنَهُ ذِرَاعًا لَا تَزِدْنَ عَلَیْهِ) (۹۱)

''جس نے تکبر کے ساتھ اپنے کپڑے کو لٹکایا اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کی طرف نظرِ کرم نہیں فرمائیں گے۔'' تو اُمّ سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! عورتیں اپنے پلو (کپڑے کا نچلا کنارا) کا کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا:''تم عورتیں اسے ایک بالشت لٹکالیا کرو۔'' حضرت اُمّ سلمہ نے عرض کی: تب تو ان کے پاؤں کھل جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا:''تم عورتیں اپنے پلو کو ایک ہاتھ لٹکالیا کرو اور اس سے زیادہ نہ لٹکاؤ۔''

حضرت اُمّ سلمہؓ کا پاؤں کھلے رہ جانے کے بارے میں سوال کرنا اور آپؐ کا ان کو جواب دینا یہ

ظاہر کر رہا ہے کہ پاؤں کا ڈھانپنا بھی واجب ہے۔یہی وجہ ہے کہ علامہ البانی، جو کہ چہرے کے پردے کے قائل نہیں ہیں، نے بھی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے پاؤں کے ڈھانپنے کو واجب قرار دیا ہے اور عورت کے پاؤں کو اس کے ستر میں شمار کیا ہے۔صحیح قول کے مطابق امام ابوحنیفہ اور ائمہ ثلاثہ کا مؤقف بھی یہ ہے کہ عورت کے پاؤں اس کے ستر میں داخل ہیں۔جب پاؤں ڈھانپنے کی اس قدر تاکید قرآن وسنت میں ہے تو چہرہ ڈھانپنے کے بارے میں قرآن وسنت کیسے خاموش رہ سکتے ہیں!

۷)حضرات عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر کے اقوال

بعض منکرین حجاب حضرات ابن عباس اور ابن عمرؓ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ''الاماظھر منھا'' کی تفسیر ہاتھ اور چہرے سے کی ہے۔ابن عباس اور ابن عمر کے حوالے سے بیان کردہ ان اقوال کی استنادی حیثیت ہم واضح کیے دیتے ہیں۔

ابن عباسؓ کا قول:جہاں تک ابن عباسؓ کے قول کا تعلق ہے اس کی دو اسناد کا ہم ذکر کر دیتے ہیں:

۱)حدثنا ابو کریب قال حدثنا مروان قال حدثنا مسلم الملائی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال" وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" قال: الكحل والخاتم(۹۲)

''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ''وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّامَاظَهَرَ مِنْهَا'' کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہے''۔

اس کی سند میں مسلم الملائی راوی ضعیف ہے۔امام مزی مسلم الملائی کے ترجمے میں علمائے جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال عمرو بن علی:وھو منکر الحدیث جدا' و قال ابوبکر بن ابی خیثمة عن یحی بن معین:یقال انه اختلط' و قال ابو زرعة:ضعیف الحدیث ' و قال ابوحاتم:یتکلمون فیه وھو ضعیف الحدیث' وقال البخاری: یتکلمون فیه' وقال ابوداؤد:لیس بشیء' وقال الترمذی: ضعیف' وقال النسائی: لیس بثقة"(۹۳)

''عمرو بن علی نے کہا کہ وہ بہت زیادہ منکر الحدیث ہے۔ابن ابی خیثمہ یحیٰی بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ وہ مختلط ہے۔ابوزرعہ نے کہا کہ ضعیف الحدیث ہے۔ابوحاتم نے کہا کہ محدثین اس کے بارے میں کلام کرتے ہیں اور وہ ضعیف الحدیث ہے۔

بخاری نے کہا کہ اس کے بارے میں کلام ہے۔ابوداؤد نے کہا کہ کچھ بھی نہیں ہے۔
ترمذی نے کہا ضعیف ہے'نسائی نے کہا ثقہ نہیں ہے''۔

۲)امام بیہقی نے اس روایت کو درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

''اخبرناابوعبدالله الحافظ وسعیدبن ابی عمرو'قالاحدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب قال حدثنا احمد بن عبد الجبار قال حدثنا حفص بن غیاث عن عبد الله بن مسلم بن هرمزعن سعید بن جبیر عن ابن عبا س قال ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال : ما فی الکف والوجه''(۹۴)

''حضرت سعید بن جبیر'ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ''وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ...... '' کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد ہے وہ چیز جو ہتھیلی یا چہرے میں ہو۔''

اس حدیث کی سند میں احمد بن عبدالجبار اور عبداللہ بن مسلم بن ہرمز دو راوی ضعیف ہیں۔

احمد بن عبدالجبار کے ترجمے میں امام مزی لکھتے ہیں:

قال محمدبن عبد الله الحضرمی:کان یکذب' وقال الحاکم ابو عبدالله الحافظ:لیس بالقوی عندهم'وقال ابواحمد ابن عدی:رأیت اهل العراق مجمعین علی ضعفه(۹۵)

''محمد بن عبداللہ الحضرمی نے کہا کہ وہ جھوٹا تھا۔ابوعبداللہ حافظ نے کہا کہ محدثین کے نزدیک وہ قوی نہیں ہے۔ابن عدی نے کہا کہ میں نے اہل عراق کو دیکھا کہ وہ احمد بن عبدالجبار کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں''۔

ابن عمرؓ کا قول: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

''شبابة بن سوار قال نا هشام بن الغاز قال نا نافع قال ابن عمر:

الزینة الظاھرة الوجہ والکفان"(۹۶)

''حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ زینتِ ظاہرہ سے مراد چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں''۔

اس حدیث کی سند میں شبابہ بن سوار راوی ایسا ہے جس کی تضعیف اور توثیق میں علمائے جرح و تعدیل کے درمیان اختلاف ہے۔ یہ شخص عقیدے کے اعتبار سے مرجئی تھا اور اپنے اس بدعتی عقیدے کی طرف داعی بھی تھا جس کی وجہ سے امام اہل سنت امام احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر محدثین نے اس کی احادیث کو مردود قرار دیا ہے۔

امام مزی شبابہ بن سوار کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

"قال ابوحاتم : صدوق یکتب حدیثه ولا یحتج به' قال احمد بن ابی یحیی سمعت احمد بن حنبل وذکر شبابة فقال ترکته لم اکتب عنه للارجاء (۹۷)

اگر ابن عباس اور ابن عمرؓ کا یہ قول صحیح ثابت ہو بھی جائے تو پھر بھی یا تو قرآن کے سیاق وسباق کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ قول ردّ کر دیا جائے گا یا پھر اس کے اور آیت کے سیاق وسباق کے ظاہری مفہوم کے درمیان مطابقت پیدا کی جائے گی مثلاً ان حضرات کی اس تفسیر سے مراد کسی اضطراری حالت میں مثلاً جنگ وغیرہ کی حالت میں چہرے کا کھولنا ہوگا۔ یا ضرورت کے تحت مثلاً طبیب یا قاضی وغیرہ کے سامنے یا پھر لاشعوری کیفیت میں مثلاً ہوا کی حرکت سے چہرے سے کپڑے کا سرک جانا وغیرہ مراد ہوگا۔

۸) اگر زینت سے مراد چہرہ لیا جائے!

اگر اس تفسیر کو صحیح مان بھی لیا جائے کہ ''اِلَّا مَاظَھَرَ مِنْھَا'' میں چہرہ بھی داخل ہے تب بھی اس سے وہ معنی نہیں نکلتا جو منکرین حجاب نکالنا چاہتے ہیں' کیونکہ ''ظَھَرَ'' فعل لازم ہے۔ چنانچہ زیادہ سے زیادہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ اگر ہوا یا کسی حرکت کی وجہ سے کپڑوں کو سنبھالتے ہوئے کبھی چہرہ کھل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ مشہور مفسر ابن عطیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ویظھرلی بحکم الفاظ الآیةان المرأةمأمورةبألاتبدی وان تجتھد فی الاخفاء لکل ماھوزینةویقع الاستثناء فی کل ماغلبھافظھربحکم ضرورة حرکته فیما لا بدامنھااو اصلاح شان فماظھرعلی ھذاالوجه فھوالمعفی عنه (۹۸)

''آیت کے الفاظ سے مجھے یہ لگتا ہے کہ عورت کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور ہر قسم کی زینت کو اچھی طرح سے چھپانے کی کوشش کرے۔ اور استثناء سے مراد

ہر وہ چیز ہے جو عورت پر غالب آ جائے' مثلاً عورت کوئی ضروری حرکت کرے یا اپنا حلیہ ٹھیک کرنے کی وجہ سے اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہو جائے تو وہ معاف ہے''

۹) سورۃ النور کی آیت کا موقع و محل

سورۃ النور کی پردے کی آیات گھر کے اندر کے پردے کے متعلق ہیں نہ کہ گھر کے باہر کے پردے کے' جبکہ گھر سے باہر پردے کا ذکر سورۃ الاحزاب کی آیات میں ہے۔ یہ وہ فرق ہے جس کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے بہت سارے علماء نے اس آیت کی تفسیر میں ٹھوکر کھائی۔ مولانا امین احسن اصلاحی قرآن میں ستر و حجاب کے احکامات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تیسرے وہ احکام ہیں جو عام مردوں اور عورتوں کو مخاطب کر کے گھروں کے اندر آنے جانے سے متعلق دیے گئے ہیں اور جن میں تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان جب اپنے کسی بھائی کے گھر داخل ہو تو اس کو کن آداب و قواعد کی پابندی کرنی چاہیے اور گھر کی عورتوں پر ایسی صورت میں کیا پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ احکام سورۃ النور میں بیان ہوئے ہیں''۔ (۹۹)

یعنی اس آیۂ مبارکہ میں گھر میں کثرت سے داخل ہونے والے نامحرم رشتہ دار مثلاً بہنوئی' داماد' خالو' پھوپھا وغیرہ کے بارے میں گھر کی خواتین کو کچھ اخلاقی ہدایات دی گئی ہیں۔ چونکہ گھر میں رہتے ہوئے ان قریبی رشتہ داروں کے سامنے زینت کے اظہار کا امکان زیادہ تھا اس لیے خواتین کو ان حضرات کے سامنے زینت کے اظہار سے روک دیا گیا اور گھر کے دوسرے محرم رشتہ داروں کی فہرست بھی ساتھ ہی بیان کر دی گئی کہ جن کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے۔ تاہم ابن عباسؓ کے نزدیک اس آیت کا موقع و محل تو گھر ہی ہے لیکن یہ آیت ان قریبی محرم رشتہ داروں (شوہر کے علاوہ) کے بارے میں ہے کہ جن کے سامنے زینت کا اظہار کسی حد تک جائز ہے۔ ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں:

حدثنی علی قال ثنی عبداللہ قال ثنی معاویۃعن علی عن ابن عباس قولہ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾قال:الزینۃالظاھر ۃوالوجہ'وکحل العین وخضاب الکف والخاتم فھذہ تظھر فی بیتھالمن دخل من الناس علیھا (۱۰۰)

''حضرت ابن عباسؓ ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زینت سے مراد ظاہری زینت ہے اور چہرہ' آنکھوں کا سرمہ' ہاتھ کی مہندی اور انگوٹھی بھی اس میں شامل ہیں اور یہ زینت وہ ہے جو عورت ان قریبی محرم رشتہ داروں (شوہر کے علاوہ) کے سامنے ظاہر کرتی ہے جو کہ اکثر گھر میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔''

مراد یہ ہے کہ یہ وہ زینت ہے جس کے ظاہر ہونے کا امکان گھر میں آنے جانے والے قریبی محرم رشتہ داروں کے سامنے زیادہ ہوتا ہے لہٰذا استثناء سے مراد وہ قریبی محارم ہیں جو کہ شوہر کے علاوہ ہیں اور جن کے سامنے اس زینت کا اظہار عورت کے لیے جائز ہے۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں' لیکن یہ روایت منقطع ہے۔علی بن ابی طلحہ اور ابن عباس کے درمیان ایک راوی مجاہد بن جبیر مکی گر گیا ہے۔لیکن یہ گرا ہوا راوی بھی ثقہ ہے۔ اس لیے اس قول کی سند صحیح ہے۔امام مزی ،علی بن ابی طلحہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

''روی عن عبد اللہ بن عباس مرسل بینھما مجاھد''(۱۰۱)

''اس نے ابن عباس سے مرسل روایات بیان کی ہیں لیکن ان دونوں کے درمیان مجاہد بن جبیر راوی گرا ہوا ہے''۔

ڈاکٹر صاحب کی کچھ غلط فہمیاں اور ان کی تصحیح

سابقہ آیات کی طرح اس آیت مبارکہ کے سمجھنے میں بھی ڈاکٹر صاحب چند بنیادی غلط فہمیوں کا شکار ہوئے ہیں۔جن کا ازالہ ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

۱)ڈاکٹر صاحب اور ضعیف احادیث:

ڈاکٹر صاحب نے اپنے پورے مقالے کی بنیاد ضعیف احادیث اور اقوال پر رکھی ہے۔ضعیف روایات اور اقوال کو صحیح روایات سے ثابت شدہ ایک مسئلے کے شواہد و توابع کے طور پر تو بیان کیا جا سکتا ہے لیکن ضعیف روایت کی بنیاد پر کسی مسئلے میں کوئی مستقل مؤقف قائم نہیں کیا جا سکتا۔ڈاکٹر صاحب اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس مفہوم کی متعدد احادیث منقول ہیں۔لیکن اس مفہوم کی تمام احادیث کو ضعیف قرار دے کرنا قابل عمل قرار دیا جاتا ہے۔اصول حدیث کے مطابق ضعیف حدیث اس وقت قابل قبول نہیں ہوتی جب اس سے اعلیٰ درجہ کی حدیث اس مفہوم کی مخالف ہو''(۱۰۲)

معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب کو اصول تفسیر اور اصول فقہ کی طرح اصول حدیث میں بھی ،ابھی بہت کچھ مطالعے کی ضرورت ہے۔محسوس یہ ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب اپنی اصول حدیث مرتب کر رہے ہیں ،ہم بھی کئی سالوں سے اصول حدیث پڑھ اور پڑھا رہے ہیں لیکن اصول حدیث کا یہ قاعدہ ہم نے پہلی دفعہ ڈاکٹر صاحب سے سنا ہے۔ابن صلاح سے

لے کر ابن حجر تک، ڈاکٹر صاحب اصول حدیث کی کسی ایک معروف کتاب سے اس قاعدے کو ثابت کر دیں تو ہم ان کے 'رسوخ فی العلم' کے قائل ہو جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے اس قاعدے کو اگر مان لیا جائے تو دین میں ایسی ایسی بدعات ثابت ہو جائیں گی کہ جن کی اجازت شاید مذاہب اربعہ میں سے کسی بھی مذہب کے ہاں نہ ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے علم میں نہیں ہے کہ ضعیف احادیث کے نام سے امت میں کیا کیا خرافات نقل ہوئیں ہیں، اگر انھوں نے ضعیف احادیث پر مشتمل کوئی کتاب پڑھی ہوتی تو شاید وہ یہ اصول اختراع نہ کرتے۔

۲) احادیث مبارکہ اور چہرے کا پردہ:

ڈاکٹر صاحب کے بقول کوئی ایک ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں ہے کہ جس سے عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ ثابت کیا جا سکے۔ محترم ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

> ''عمومی تصور حجاب کے حامیوں نے اپنے دعوی حجاب کے اثبات میں کوئی ایک ضعیف ترین حدیث بھی نقل نہیں کی جس میں آپ نے عام مسلمان خواتین کو حجاب کا حکم دیا ہو یا حجاب کی تلقین کی ہو یا اس حکم پر عمل نہ کرنے پر ترہیب بیان کی ہو یا کوئی عورت حجاب کے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہو اور آپ نے اسے حجاب کرنے کا حکم فرمایا ہو''۔(۱۰۳)

ڈاکٹر صاحب کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جس سے کہا جائے کہ چور کی سزا قطع ید ہے اور یہ قرآن سے ثابت ہے اور وہ جواب میں کہے پہلے یہ سزا کسی ضعیف حدیث سے ثابت کرو پھر مانوں گا۔ ڈاکٹر صاحب آپ ضعیف حدیث کی بات کرتے ہیں ہم تو کہتے ہیں قرآن میں حجاب کا واضح حکم موجود ہے۔ قرآن کی نص ''**فا سئلوھن من وراء حجاب**' 'میں اُمر کے صیغے میں حجاب کا حکم دیا جا رہا ہے، '**ولا یبدین زینتھن**' میں نھی کے صیغے میں عورتوں کو اپنی ہر قسم کی زینت، بشمول چہرے کے، کو ظاہر کرنے سے منع کیا جا رہا ہے، اسی طرح '**یدنین علیھن من جلابیبھن**' میں مضارع کا صیغہ اُمر کے معنی میں ہے۔ اس قدر واضح اور صریح نصوص کے بعد آپ کا تقاضا ہے کہ حجاب کا حکم کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت کیا جائے، آپ ایک ضعیف حدیث کی بات کرتے ہیں ہم آپ کو بیس صحیح روایات

پیش کرتے ہیں کہ جن سے ایک عام مسلمان عورت کے لیے بھی چہرے کا پردہ ثابت ہوتا ہے۔

قرآن کی کسی آیت کی صحیح تفسیر اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم اسے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں رکھ کر سمجھیں۔ ان احادیث میں بیان کردہ صحابیاتj کے طرزِ عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب کی نازل شدہ آیات کا کیا مفہوم سمجھا تھا؟۔ یہ احادیث ایک طرف تو قرآنی آیات کی تفسیر و تبیین ہیں کہ جس کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ پر ڈالی گئی تھی، اور دوسری طرف یہ احادیث صحابہ کرامj کے اس فہم کو بھی متعین کر رہی ہیں جو انہیں یہ آیات سننے کے بعد حاصل ہوا۔ ان روایات پر حکم لگاتے وقت بخاری و مسلم کی احادیث پر حکم نہیں لگایا گیا' کیونکہ ان دونوں کتابوں کی بیان کردہ احادیث کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے۔ صحیحین کے علاوہ دیگر کتبِ احادیث سے لی گئی روایات کا حکم بھی مختصراً ساتھ ہی بیان کر دیا گیا ہے۔

درج ذیل احادیث چہرے کے پردے پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں:

۱) "عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَاقَالَتْ کَانَ الرُّکْبَانُ یَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ فَاِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جِلْبَا بَھَا مِنْ رَأْسِھَا عَلٰی وَجْھِھَا فَاِذَاجَاوَزُوْنَا کَشَفْنَاہُ" (۱۰۴)

"اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں ہوتی تھیں' پس جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے جلباب اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتی تھیں اور جب وہ قافلے آگے گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے کو کھول دیتی تھیں۔"

حضرت عائشہؓ نے حدیث میں صرف اپنا طرزِ عمل بیان نہیں کیا' بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفرِ حج کے دوران جتنی بھی خواتین ہوتی تھیں ان سب کے بارے میں بتلایا ہے کہ قافلوں کے قریب سے گزرنے پر وہ اپنے چہرے اپنی چادروں سے ڈھانپ لیتی تھیں۔ یہ حدیث عام ہے اور اس کی عمومیت کی تائید اگلی روایت سے بھی ہو رہی ہے۔

۲) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَاقَالَتْ: کُنَّا نُغَطِّیْ وُجُوْھَنَامِنَ الرِّجَالِ وَکُنَّا نَمْتَشِطُ قَبْلَ ذٰلِکَ فِی الْاِحْرَامِ (۱۰۵)

"حضرت اسماء بنت ابی بکر k سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ "ہم مردوں سے اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں اور ہم حالت احرام میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں۔"

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت عائشہ i کی بہن ہیں اور جلیل القدر صحابیات میں سے ہیں۔

نرت اسماءؓ کا یہ بیان اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ حجاب کا حکم ازواجِ مطہرات کے لیے خاص نہ تھا۔

۳) حضرت عائشہؓ قصة الافک "والی روایت میں حضرت صفوانؓ کے بارے میں بیان فرماتی ہیں کہ:

وَكَانَ رَآنِيْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِيْنَ عَرَفَنِيْ فَخَمَّرْتُ وَجْهِيْ بِجِلْبَابِيْ (۱۰۶)

"اور انہوں نے مجھے حجاب (کے حکم کے نزول) سے پہلے دیکھا تھا' ان کے "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" کہنے کی وجہ سے میں بیدار ہوگئی' جبکہ انہوں نے مجھے پہچان لیا تھا' پس میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب سے ڈھانپ لیا"۔

یہ حدیث بھی عام ہے اور اس کی عمومیت کے دلائل ہم تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔اس حدیث کو "آیۃ الجلباب" یعنی سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ کی روشنی میں سمجھا جائے تو حکم کی عمومیت کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔

٤) "عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ اِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ" (۱۰۷)

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز مین شریک ہوتیں اس حال میں کہ انہوں نے اپنے جسم کو چادروں میں لپیٹا ہوتا' پھر وہ نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گھروں کو واپس چلی جاتیں اور اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان بھی نہ پاتا تھا۔"

اس حدیث میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب مسلمان عورتیں کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلتی تھیں تو اپنے سارے بدن کو ایک بڑی چادر میں لپیٹ لیتی تھیں۔

"لَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ" (اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہ پاتا تھا) سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"قال الداودی : معناه لا يعرفن أ نساء ام رجال أی لا يظهر للرائی اِلا الاشباح خاصة" (۱۰۸)

"داودی کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ عورتیں ہیں یا مرد ہیں' یعنی دیکھنے والے کے لیے وہ صرف سائے یا ہیولے ہوتے تھے"۔

امام نوویؒ نے بھی اسی معنیٰ کو ترجیح دی ہے۔آپؒ فرماتے ہیں:

(مایعرفن من الغلس)ھو بقایا ظلام اللیل‘قال الداودی معناہ ما یعرفن أنساء ھن أم رجال‘وقیل مایعرف اعیانھن وھذاضعیف لأن المتلفعة فی النھار ایضاًلایعرف عینھافلا یبقی فی الکلام فائدة (۱۰۹)

’’الغلس‘‘ سے مرادرات کی تاریکی کا باقی ہونا ہے۔داودی کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ عورتیں ہیں یا مرد ہیں۔اورایک قول یہ ہے کہ ان کی ذات معلوم نہ ہوتی تھی اور یہ قول ضعیف ہے‘ کیونکہ دن میں بھی جس عورت نے اپنے آپ کو چادر میں چھپا کر رکھا ہواُس کی ذات معلوم نہیں ہوتی تو کلام کا فائدہ باقی نہیں رہتا(یعنی حدیث میں جوکلام ہے)

۵) عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ:یَرْحَمُ اللّٰہُ نِسَاءَ الْمُھَاجِرَاتِ الْاُوَلَ لَمَّااَنْزَلَ اللّٰہُ﴿وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ﴾ شَقَّقْنَ مُرُوْطَھُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِھَا (۱۱۰)

’’اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی مہاجر عورتوں پر رحم کرے!جب یہ آیت ﴿وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ﴾ نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کراُن کے دوپٹے بنا کر اپنے چہروں کوڈھانپ لیا‘‘۔

ابن حجرؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

فاختمرن:أیْ غطین وجوھھن یعنی حضرت عائشہؓ کے قول’’فَاخْتَمَرْنَ‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے چہروں کوڈھانپ لیا۔

٦) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَااَنَّ اَفْلَحَ اَخَا اَبِی الْقُعَیْسِ جَاءَ یَسْتَاْذِنُ عَلَیْھَا وَھُوَعَمُّھَامِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَاَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ فَاَبَیْتُ اَنْ آذَنَ لَهٗ فَلَمَّا جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِیْ صَنَعْتُ فَأَمَرَنِیْ أَنْ آذَنَ لَهٗ (۱۱۱)

’’حضرت عائشہؓ اپنے رضاعی چچا اَفلح کے بارے میں بیان کرتی ہیں جو کہ ابوقُعَیس کے بھائی تھے‘ کہ انہوں نے مجھ سے حجاب کی آیات نازل ہونے کے بعد گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی تو میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کردیا۔جب

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں نے آپ ؐ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ ؐ نے
مجھے حکم دیا کہ میں افلح کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دوں۔"

یہ حدیث بھی عام ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں آیت حجاب کا بیان ہے اور آیت حجاب کی عمومیت کو ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی تشریح میں بیان کرتے ہیں:

"وفیه وجوب احتجاب المرأة من الرجال الاجانب"

"یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کا اجنبی مردوں سے پردہ کرنا واجب ہے"۔

حضرت عائشہؓ کا پہلے یہی خیال تھا کہ اپنے رضاعی چچا سے بھی پردہ ہے اس لیے انہوں نے اپنے رضاعی چچا کو اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ کے بتانے پر کہ رضاعی چچا سے عورت کا پردہ نہیں ہے، آپؓ نے اپنے چچا کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔

مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَمَّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ يُسَمّٰى اَفْلَحَ اسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا فَحَجَبَتْهُ فَاَخْبَرَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهَا : (لَا تَحْتَجِبِىْ مِنْهُ)"(۱۱۲)

"حضرت عُروہؓ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے خبر دی کہ ان کے رضاعی چچا افلح نے ان کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو حضرت عائشہؓ نے ان سے پردہ کرلیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو اس معاملے کی خبر دی تو آپ ؐ نے فرمایا: "اس سے پردہ نہ کرو"۔

۷) حضرت مغیرہ بن شُعبہؓ سے روایت ہے کہ:

"اَتَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ امْرَأَةً اَخْطُبُهَا فَقَالَ: (اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَجْدَرُ اَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا) فَاَتَيْتُ امْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ فَخَطَبْتُهَا اِلٰى اَبَوَيْهَا وَاَخْبَرْتُهُمَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَاَنَّهُمَا كَرِهَا ذٰلِكَ، قَالَ فَسَمِعَتْ ذٰلِكَ الْمَرْأَةُ وَهِىَ فِىْ خِدْرِهَا فَقَالَتْ: اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَكَ اَنْ تَنْظُرَ فَانْظُرْ وَاِلَّا فَاَنْشُدُكَ كَاَنَّهَا اَعْظَمَتْ ذٰلِكَ قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَيْهَا فَتَزَوَّجْتُهَا)"(۱۱۳)

"میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ ؐ کے سامنے ایک عورت کا تذکرہ

کیا جس سے میں نکاح کرنا چاہتا تھا تو آپ ؐ نے فرمایا: ''جا کر پہلے اس کو ایک نظر دیکھ لو' یہ بات تمہارے مابین محبت کا باعث ہوگی''۔ میں انصار کی ایک عورت کے پاس آیا تو میں نے اس کے والدین سے نکاح کی بات کی اور انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے قول کے بارے میں بتایا۔ والدین نے لڑکی کے دیکھنے کو ناپسند کیا۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے میری بات سن لی اور وہ پردے میں کھڑی تھی۔ اس لڑکی نے کہا کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم دیکھ لو اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ ایسا نہ کرنا۔ گویا اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو بڑا جانا۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس عورت کو دیکھا اور پھر بعد میں اس سے نکاح کر لیا۔''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حجاب کرتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب ایک مرد ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجتا تھا تو اس کے باوجود بھی دیکھ نہ سکتا تھا۔

۸) اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

(وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ) (۱۱۴)

''اور حالتِ احرام میں کوئی عورت نقاب نہ اوڑھے اور نہ ہی دستانے پہنے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"وهذامما يدل على ان النقاب والقفازين كانامعروفين فى النساء اللاتى لم يحرمن وذلک يقتضى ستر وجوههن وايديهن" (۱۱۵)

''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نقاب اور دستانے پہننا ان عورتوں میں معروف تھا جو کہ حالتِ احرام میں نہ ہوتی تھیں' اور یہ فعل اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپیں''۔

حالتِ احرام میں عورتوں کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا مشروع ہے' جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں نقاب اور دستانے پہننے سے منع فرمایا۔ گویا کہ جب عورتیں حالت احرام میں نہ ہوں تو اُس وقت وہ نقاب اور دستانے پہنیں گی۔

۹) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"(اِنْ کَانَ لِاِحْدَاکُنَّ مُکَاتَبٌ فَکَانَ عِنْدَهُ مَا یُؤَدِّی فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ)" (۱۱۶)

''جب تم (عورتوں) میں سے کسی کے پاس کوئی مکاتب (ایسا غلام جس سے اس کے مالک نے مکاتبت کر لی ہو کہ اگر اتنی رقم تم ادا کرو گے تو آزاد ہو جاؤ گے) ہو اور اس غلام کے پاس اتنی رقم ہو کہ وہ اسے مکاتبت کی صورت میں ادا کر سکے تو اس عورت کو چاہیے کہ اپنے غلام سے پردہ کرے''۔

اس حدیث میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ کسی عورت کے لیے اپنے غلام کے سامنے چہرہ کھلا

رکھنے کی اجازت ہے' لیکن یہ رخصت اُس وقت تک ہے جب تک کہ وہ اس کی ملکیت میں رہے۔ جب وہ غلام اپنی مالکن سے مکاتبت کر کے آزادی حاصل کرے گا تو اب وہ گویا اس خاتون کے لیے اجنبی مرد بن گیا ہے اور اس سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

اس حدیث کی شرح میں امیر صنعانی رقم طراز ہیں:

"وھو دلیل علی مسئلتین: الاولیٰ ان المکاتب اذا صار معه جمیع مال المکاتبة فقد صار له مال الاحرار فتحتجب منه سیدته اذا کان مملوکا لامرأة...... المسئلة الثانیة دل بمفھومه علی انه یجوز لمملوک المرأة النظر الیھا مالم یکاتبھا ویجد مال الکتابة وھو الذی دل له منطوق قوله تعالی: ﴿اَوْمَامَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ﴾ فی سورة النور و سورة الاحزاب" (۱۱۷)

''یہ حدیث دو مسئلوں کی طرف رہنمائی کر رہی ہے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جب مکاتب غلام کے پاس مکاتبت کا سارا مال اکٹھا ہو جائے تو وہ آزاد کی طرح ہو جاتا ہے اور اس کی مالکہ اس سے پردہ کرے گی' اگر وہ کسی عورت کا غلام ہو...... دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی غلام کے لیے اپنی مالکن کی طرف دیکھنا جائز ہے جب تک وہ اس سے مکاتبت کر کے مال کتابت حاصل نہ کر لے۔ اور اسی مسئلہ پر سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب کی یہ آیت بھی دلالت کر رہی ہے ''اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ '' (یعنی کسی عورت کا اپنے غلام سے پردہ نہیں ہے' لیکن اگر وہ غلام آزاد ہو جائے گا تو پھر پردہ ہوگا جیسا کہ حدیث بیان کر رہی ہے)

۱۰) عَنْ مُحَمَّدِبْنِ مَسْلَمَةَ قَالَ: خَطَبْتُ امْرَأَةً فَجَعَلْتُ اَتَخَبَّألَھَا حَتّٰی نَظَرْتُ اِلَیْھَا فِیْ نَخْلٍ لَھَا فَقِیْلَ لَهٗ اَتَفْعَلُ ھٰذَا وَاَنْتَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: ((اِذَا اَلْقَی اللّٰهُ فِیْ قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ فَلَا بَأْسَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلَیْھَا)) (۱۱۸)

''حضرت محمد بن مسلمہؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک عورت کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا اور میں اس کو چوری چھپے دیکھنے کی کوشش کرتا تھا' حتیٰ کہ ایک دن وہ عورت اپنے باغ میں گئی تو میں نے (موقع پا کر) اس کو دیکھ لیا تو مجھ سے لوگوں نے کہا: آپ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابی ہو کر ایسا کرتے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے ''جب کسی مرد کا کسی عورت سے شادی کا ارادہ ہو تو اس کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

اللہ کے رسول ﷺ کے یہ الفاظ کہ ''فَلَا بَأْسَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلَیْھَا'' اس بات کی دلیل ہیں کہ اگر کسی عورت سے نکاح کی خواہش ہو تو اس کو دیکھنے کی رخصت ہے' اس کے علاوہ نہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ کا

تکلف کر کے اس عورت کو دیکھنے کی کوشش کرنا اور اس کے باجود نہ دیکھ پانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں اس زمانے میں حجاب کرتی تھیں۔ اسی طرح اگر وہ عورت بھی حجاب نہ کرتی ہوتی تو حضرت محمد بن مسلمہؓ کو چوری چھپے تکلف کر کے اس خاتون کو دیکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

۱۱) عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ: اَوْ مَتِ امْرَأَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَبَضَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فَقَالَ: (مَا اَدْرِىْ اَيَدُرَجُلٍ اَمْ يَدُامْرَأَةٍ) قَالَتْ: بَلِ امْرَأَةٌ قَالَ: (لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ اَظْفَارَكِ يَعْنِىْ بِالْحِنَّاءِ) (۱۱۹)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے ایک خط رسول اللہ ﷺ کو دیا تو آپؐ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا: ''مجھے معلوم نہیں کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ ہے'' تو اس عورت نے کہا کہ میں عورت ہوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''اگر تو عورت ہے تو اپنے ناخنوں کو مہندی لگا (تا کہ مرد اور عورت میں فرق ہو سکے)۔''

اس حدیث میں عورت کا پردے کے پیچھے سے آپؐ کو خط دینا یہ واضح کر رہا ہے کہ عورتیں آپ ﷺ کے زمانے میں جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو پردے میں ہوتی تھیں۔

درج ذیل احادیث چہرے کے پردے پر اشارتاً دلالت کر رہی ہیں:

۱۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (مَنْ جَرَّثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) فَقَالَتْ اُمُّ سَلْمَةَ: فَكَيْفَ يَصْنَعْنَ النِّسَاءُ بِذُيُوْلِهِنَّ؟ قَالَ: (يُرْخِيْنَ شِبْرًا) فَقَالَتْ: اِذًا تَنْكَشِفُ اَقْدَامُهُنَّ قَالَ: (فَيُرْخِيْنَهُ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ) (۱۲۰)

''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی اپنے کپڑے کو تکبر کے باعث لٹکائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ کرم نہ کرے گا'' تو حضرت اُم سلمہؓ نے سوال کیا: عورتیں اپنے پلو کا کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: ''اسے ایک بالشت لٹکا لیں''۔ حضرت اُم سلمہ k نے عرض کی: تب تو ان کے پاؤں ننگے رہ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ''تو وہ ایک ہاتھ لٹکا لیں، لیکن اس سے زیادہ نہ لٹکائیں۔''

یہ حدیث واضح طور پر بیان کر رہی ہے کہ عورت کے لیے اپنے قدم یعنی پاؤں کا ڈھانپنا واجب ہے۔ تو جب پاؤں کا ڈھانپنا واجب ہے تو چہرے کا ڈھانپنا بالاُولیٰ واجب

ہے' کیونکہ چہرے کو کھلا رکھنے میں پاؤں کی نسبت زیادہ فتنے کا اندیشہ ہے۔

۱۳) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: (اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ) فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: (اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ) (۱۲۱)

''حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں پر داخل ہونے سے بچو (یعنی مَردوں کا عورتوں کی محفلوں میں جانا ممنوع ہے)'' تو انصار میں سے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کا شوہر کے قریبی رشتہ داروں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''شوہر کے قریبی رشتہ دار تو موت ہیں۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مَردوں کو عورتوں سے معاملہ کرتے وقت اُن کے سامنے آنے سے منع فرمایا۔ یعنی اگر کوئی معاملہ کرنا ہے تو آیت قرآنی ﴿فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ کے مصداق پردے کے پیچھے سے ہونا چاہیے۔

۱۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: (اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ) (۱۲۲)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت تو چھپانے کی چیز ہے۔ جب یہ (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔''

اس حدیث میں عورت کو ''عورۃ'' کہا گیا ہے' عورۃ سے مراد ایسی چیز ہے کہ جس سے شرم محسوس کی جائے اور اس بنیاد پر اسے چھپایا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے 'عورۃ' کا ترجمہ 'غیر محفوظ' کیا ہے، اور اس کے لیے بنیاد قرآن کی ایک آیت مبارکہ کو بنایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو چاہیے اپنی نادر تحقیقات کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی سلف صالحین سے بھی استفادہ کر لیا کریں۔ ڈاکٹر صاحب اگر مولانا محمد جوناگڑھی صاحب کے ترجمے کے ساتھ امام راغب کی 'المفردات' اور علامہ ابن الاثیر الجزری کی 'النھایہ فی غریب الحدیث' بھی دیکھ لیتے تو ان پر یہ بات واضح ہو جاتی کہ 'عورۃ' کا لفظ جب عورت کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس مراد وہ نہیں ہوتی جو کہ ڈاکٹر صاحب بیان کر رہے ہیں۔ علامہ ابن الاثیر الجزری لکھتے ہیں:

"العورات جمع عورۃ وھی کل مایستحیامنه اذاظھر...ومنه الحدیث المرأۃ عورۃ جعلھا نفسھا عورۃ لانھااذاظھرت یستحیامنھا کمایستحیامن العورۃ اذا ظھرت"(۱۲۳)

''عورات 'عورۃ' کی جمع ہے اور اس مراد ہر وہ شیء ہے کہ جب وہ ظاہر تو اس سے شرم محسوس کی جائے...اور اسی معنی میں حدیث ہے 'المرأۃ عورۃ' اس حدیث میں عورت کی ذات کو ہی 'عورۃ' کہا ہے کیونکہ اس کے ظاہر ہونے پر بھی ایسے ہی شرم محسوس ہوتی ہے جیسے کے شرم گاہ کے ظاہر ہونے پر'' حدیث سے مراد یہ ہے کہ عورت کل کی کل ''عورۃ'' ہے۔

۱۵) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کُنَّامَعَ النَّبِیِّ ﷺ مَقْفَلَهٗ مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ وَقَدْ اَرْدَفَ صَفِیَّةَ بِنْتَ حُیَیٍّ فَعَثَرَتْ نَاقَتُهٗ فَصُرِعَاجَمِیْعًا فَاقْتَحَمَ اَبُوْطَلْحَةَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلَنِیَ اللّٰهُ فِدَاءَکَ قَالَ:(عَلَیْکَ الْمَرْاَۃَ) فَقَلَبَ ثَوْبًاعَلٰی وَجْهِهٖ وَاَتَاهَا فَاَلْقَاهُ عَلَیْهَاوَاَصْلَحَ لَهُمَامَرْکَبَهُمَافَرَکِبَا وَاکْتَنَفْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّااَشْرَفْنَاعَلَی الْمَدِیْنَةِقَالَ:(آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ)فَلَمْ یَزَلْ یَقُوْلُ ذٰلِکَ حَتّٰی دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ (۱۲۴)

''حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہم عسفان سے واپسی کے وقت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے جبکہ آپؐ اونٹنی پر سوار تھے اور آپؐ کے پیچھے حضرت صفیہؓ تھیں۔ اچانک اونٹنی نے ٹھوکر کھائی اور اللہ کے رسول ﷺ حضرت صفیہؓ سمیت نیچے گر گئے۔ حضرت ابوطلحہؓ فوراً آپ کی خدمت میں پہنچے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ مجھے آپؐ پر فدا کرے! آپ ﷺ نے فرمایا: ''عورت کی خبر لو''۔ حضرت ابوطلحہؓ نے کپڑا اپنے منہ پر ڈالا اور حضرت صفیہؓ کے پاس آئے' پھر اپنا کپڑا اُن پر ڈال دیا اور آپؐ اور حضرت صفیہؓ کی سواری کو درست کیا تو وہ دونوں سوار ہو گئے۔ اس کے بعد ہم آپؐ کے آس پاس رہے' جب ہم مدینہ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: (آیِبُوْنَ' تَائِبُوْنَ' عَابِدُوْنَ' لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ) اور مدینہ میں داخل ہونے کے وقت تک آپؐ برابر یہی دعا پڑھتے رہے۔''

ایک اور روایت میں الفاظ ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہ کو جب اپنے ساتھ سوار کیا تھا تو ان کے چہرے پر ایک چادر ڈال دی تھی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"وَسَتَرَهَارَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَمَلَهَاوَرَاءَهٗ وَجَعَلَ رِدَاءَهٗ عَلٰی ظَهْرِهَاوَوَجْهِهَا" (۱۲۵)

''اور اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو ڈھانپا اور انہیں اپنے پیچھے (اونٹ پر) سوار کیا اور اپنی چادر حضرت صفیہ کی کمر اور چہرے پر ڈال دی''۔

۱۶) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن

حضرت صفیہؓ کے ساتھ قیام فرمایا تو مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ کے ساتھ نکاح کیا ہے یا ان کو لونڈی بنا کر رکھا ہے' تو بعض صحابہ کرامؓ کہنے لگے:

''اِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ اِحْدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ لَّمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُهٗ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهٗ وَمَدَّ الْحِجَابَ ''(۱۲۶)

''اگر آپؐ نے ان سے پردہ کروایا تو وہ اُمہات المؤمنین میں سے ہوں گی اور اگر آپؐ نے ان سے پردہ نہ کروایا تو وہ آپؐ کی لونڈی ہوں گی۔ پس جب آپؐ نے وہاں سے کوچ کیا تو حضرت صفیہؓ کو پیچھے بٹھالیا اور پردہ کھینچ دیا۔''

یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ کے زمانے میں حرائر (آزاد عورتوں) کے لیے پردہ تھا' جبکہ لونڈیوں کے لیے پردہ نہ تھا۔

۱۷) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ غزوہ طائف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ اور مکہ کے درمیان مقام جعرانہ پر پڑاؤ ڈالا اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ آپؐ نے ایک پیالے میں پانی منگوا کر اس سے دونوں ہاتھ اور منہ دھوئے اور اس میں کلی بھی کی۔ پھر آپؐ نے ہم دونوں سے کہا کہ اس پانی کو پی لو' اپنے منہ اور سینے پر ڈالو اور خوشخبری حاصل کرو' تو ہم نے ایسے ہی کیا۔

''فَنَادَتْ اُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ اَنْ اَفْضِلَا لِاُمِّكُمَا فَاَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً''(۱۲۷)

''تو حضرت اُمّ سلمہ نے پردے کے پیچھے سے کہا کہ اپنی ماں کے لیے بھی کچھ پانی چھوڑ دینا تو انہوں نے اس میں سے کچھ پانی ان کے لیے چھوڑ دیا''۔

۱۸) عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ ؓ قَالَتْ: اُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ ' قَالَتِ امْرَأَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ: (لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا) (۱۲۸)

''حضرت اُمّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو عیدین کے دن نکالیں' وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں حاضر ہوں' اور حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔ ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا: ''اس کی سہیلی اس کو اپنی چادر میں شریک کرے''۔

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں بغیر چادر باہر نکلنے کا کوئی تصور بھی نہ تھا۔ چادر کے لیے اس حدیث میں جلباب کا ذکر آیا ہے اور ہم پہلے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ جلباب آپؐ کے زمانے میں چہرے اور سارے جسم کو ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ جیسا کہ

حضرت عائشہؓ کی بخاری کی روایت سے ظاہر ہے۔

۱۹) عَنْ نَبْهَانَ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَيْمُوْنَةَ قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهٗ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَذٰلِكَ بَعْدَمَا اُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:(احْتَجِبَا مِنْهُ) فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: (اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا؟ اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ؟)(۱۲۹)

''حضرت اُمّ سلمہؓ کے آزاد کردہ غلام نبہان سے روایت ہے کہ حضرت اُم سلمہؓ نے ان سے بیان کیا کہ وہ اور حضرت میمونہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں۔حضرت اُمّ سلمہ کہتی ہیں کہ اسی دوران جبکہ ہم آپ ؐ کے پاس تھیں' ابن اُمّ مکتوم آئے۔اور یہ حجاب کے نزول کے بعد کا واقعہ ہے۔تو رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ:''اس سے پردہ کرو''۔تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ تو وہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں جانتے ہیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:''کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم دونوں اس کو دیکھ نہیں رہیں؟''

حدیث کے الفاظ ''اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا''اس بات کی دلیل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتیں حجاب کرتی تھیں' کیونکہ حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت میمونہؓ کو جب آپ ؐ نے ابن اُمّ مکتوم سے حجاب کا حکم دیا تو انہوں نے کہا کہ وہ نابینا ہیں' ہمیں دیکھ نہیں سکتے' لہٰذا ان سے حجاب کی ضرورت نہیں ہے۔

دلیل رابع :

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ م بِزِيْنَةٍ ط وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾(۱۳۰)

''اور بڑی بوڑھی عورتوں میں سے وہ جو کہ نکاح کی امید نہیں رکھتیں' تو ان کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے (اضافی) کپڑے اتار رکھیں اس حال میں کہ وہ زینت کا اظہار کرنے والی نہ ہوں۔اور اگر وہ بچ کر رہیں تو یہ ان کے لیے بہت زیادہ بہتر ہے 'اور اللہ تعالیٰ سننے والا' جاننے والا ہے۔''

اس آیۂ مبارکہ میں بوڑھی عورتوں کو رخصت دی گئی ہے کہ وہ اگر اپنے اضافی کپڑے

مثلاً جلباب وغیرہ اتار دیں اور ان کا چہرہ ظاہر بھی ہو جائے تو ان کے لیے کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن اس رخصت کو دو شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا:

۱) وہ عورتیں ایسی ہوں کہ جو بڑھاپے کی وجہ سے نکاح سے مایوس ہو چکی ہوں' یعنی نہ ہی ان کو حیض آتا ہو' نہ ہی حمل ٹھہرنے کی کوئی امید ہو' نہ ان کے اندر کوئی جنسی خواہش ہو اور نہ ان کے حوالے سے کسی کو جنسی خواہش پیدا ہو سکتی ہو۔

۲) دوسری شرط یہ لگائی کہ وہ عورتیں زیب و زینت کے ساتھ یعنی بناؤ سنگھار کر کے اس رخصت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتیں' اگر وہ کھلے چہرے کے ساتھ اجنبی افراد کے سامنے آنا چاہتی ہیں تو انہیں بغیر میک اپ کے سادہ چہرے کے ساتھ اجنبیوں کے سامنے آنے کی رخصت ہے۔

لیکن ان دو شرائط کے بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ: ﴿ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّـهُنَّ﴾ ''اگر وہ اس رخصت سے فائدہ نہ اٹھائیں تو ان کے لیے بہت زیادہ بہتر ہے''۔ یعنی اگر وہ پردہ کریں تو یہ ان کے لیے افضل ہے' اگر نہ کریں تو رخصت ہے۔

ثیاب سے مراد:

ثیاب سے مراد اضافی کپڑے ہیں' مثلاً جلباب یا نقاب وغیرہ' نہ کہ دوپٹہ یا سینے کو ڈھانپنے والی چادر' جیسا کہ مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے۔

ابن جریر طبری ﴿فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فلیس علیھن حرج ولا اثم ان یضعن ثیابھن یعنی جلابیبھن وھی القناع الذی یکون فوق الخمار والرداء الذی یکون فوق الثیاب لاحرج علیھن ان یضعن ذلک عند المحارم من الرجال وغیر المحارم من الغرباء غیر متبرجات بزینۃ (۱۳۱)

''ان (بوڑھی عورتوں) پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ اپنے کپڑے یعنی جلباب وغیرہ اتار کر رکھ دیں' اور جلباب سے مراد وہ نقاب ہے جو کہ دوپٹے کے اوپر لیا جاتا ہے اور وہ چادر ہے جو کہ کپڑوں کے اوپر لی جاتی ہے۔ ان عورتوں پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ یہ نقاب یا چادر اپنے محرم اور غیر محرم افراد کے سامنے اتار رکھیں' لیکن زینت

ظاہر نہ کریں۔''

امام بغوی آیت ﴿فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یعني يضعن بعض ثيابهن وهي الجلباب والرداء الذی فوق الثوب والقناع الذی فوق الخمار فأما الخمار فلا يجوز وضعه"(۱۳۲)

''(کپڑے اتارنے سے) مراد یہ ہے کہ وہ اپنے بعض کپڑے اتار رکھیں اور وہ جلباب اور چادر ہے جو کہ کپڑوں کے اوپر ہوتی ہے یا وہ نقاب جو کہ دوپٹے کے اوپر ہوتا ہے۔ جہاں تک دوپٹے کا تعلق ہے اس کا اتارنا جائز نہیں ہے۔''

علامہ زمخشری ''ثیاب'' کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والمرادبالثياب الظاهرة كالملحفة والجلباب الذی فوق الخمار"(۱۳۳)

''ثیاب'' سے مراد وہ کپڑے ہیں جو کہ ظاہر ہوں (یعنی اوپر اوڑھے ہوں)۔ مثلاً اوڑھنی اور جلباب ہے جو کہ دوپٹے کے اوپر ہوتا ہے۔''

آیت ہٰذا سے چہرے کے پردے پر استدلال؟

آیت مبارکہ میں ''فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ'' کے الفاظ کے ذریعے ''اَلْقَوَاعِد'' یعنی بوڑھی عورتوں کو پردہ نہ کرنے کی رخصت دی گئی ہے اور اس کا ''مفہوم مخالف'' یہ ہے کہ جو عورتیں جوان ہیں اور وہ نکاح کی اُمید رکھتی ہیں' اگر وہ پردہ نہ کریں گی تو گناہگار ہوں گی۔ آیت کے الفاظ ہیں: ''فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ'' کہ ان بوڑھی عورتوں پر گناہ نہیں ہے۔ گویا کہ کچھ ہیں جن پر گناہ بھی ہے اور یہ وہ عورتیں ہیں جو کہ بوڑھی نہ ہوں' یعنی جوان ہوں۔ استدلال کا یہ طریقہ کار اصولیین کے نزدیک مفہوم مخالف کہلاتا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی ''مفہومِ مخالف'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وهو دلالة الكلام على نفي الحكم الثابت للمذكور عن السكوت 'لانتفاء قيد من قيود المنطوق ويسمى دليل الخطاب لان دليله من جنس الخطاب او لأن الخطاب دل عليه"(۱۳۴)

''مفہومِ مخالف سے مراد یہ ہے کہ جو حکم (خطابِ الفاظ سے) سے ثابت ہو رہا ہے کلام اس کے برعکس حکم کی نفی پر دلالت کرے اور اس کی وجہ منطوق کی قیود میں کسی قید کا نہ ہونا ہو' اس کو ''دلیلِ خطاب'' بھی کہتے ہیں' کیونکہ یہ دلیل جنسِ خطاب میں سے ہے یا خطاب اس پر دلالت کرتا ہے۔''

پس قرآن کے درج بالا چار مقامات سے صریحاً یہ ثابت ہو رہا ہے کہ عام مسلمان عورتوں کے لیے بھی وہی حجاب کا حکم ہے جو کہ اُزواج کے لیے تھا۔ اور ان کے لیے بھی اپنے چہرے کو چھپانا اسی طرح واجب ہے جس طرح کہ اُزواج کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا لازم تھا۔

مصادر و مراجع:

۱) آل عمران: ۷
۲) ششماہی منہاج: جولائی تا دسمبر ۲۰۰۵ء، ص ۹۶
۳) أیضا: ص ۹۷
۴) الاحزاب: ص ۵۳
۵) رواہ البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ﴿لا تدخلوا بیوت النبی ......﴾
۶) رواہ البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ﴿لا تدخلوا بیوت النبی ......﴾
۷) ارشاد الفحول، امام شوکانی، ص ۱۹۷۔
۸) اضواء البیان، علامہ شنقیطی، جلد ۶، ص ۵۸۵۔
۹) رواہ البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ۔
۱۰) القواعد الحسان لتفسیر القرآن، عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی، ص ۷، مکتبۃ المعارف الریاض۔
۱۱) المستدرک علی الصحیحین، امام حاکم، جلد ۱، ص ۴۵۴۔
۱۲) تفسیر ابن کثیر، علامہ ابن کثیر، جلد ۳، ص ۵۵۶، مطبعۃ دار السلام ریاض۔
۱۳) تفسیر طبری، ابن جریر طبری، جلد ۱۰، ص ۳۲۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔
۱۴) الجامع لأحکام القرآن، امام قرطبی، جلد ۷، ص ۲۲۷، مکتبۃ الغزالی دمشق۔
۱۵) احکام القرآن، امام ابوبکر الجصاص، جلد ۳، ص ۳۷۰، دار الکتاب العربی بیروت۔
۱۶) احکام القرآن، امام ابن العربی، جلد ۳، ص ۱۵۷۹، دار المعرفۃ بیروت۔
۱۷) تمام المنۃ، علامہ البانی، ص ۴۱، دار الرایۃ ریاض۔
۱۸) اضواء البیان، علامہ شنقیطی، جلد ۶، ص ۵۸۹۔
۱۹) سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المرأۃ من زینتھا۔
۲۰) تھذیب الکمال، امام مزی، جلد ۴، ص ۱۰
۲۱) اتحاف ذوی الرسوخ لمن رمی بالتدلیس من الشیوخ، شیخ محمد بن حماد الانصاری، ص ۴۲
۲۲) أیضا: ص ۵۴
۲۳) تحفۃ الأحوذی، علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری، جلد ۴، ص ۵، نشر السنۃ ملتان۔
۲۴) فتح الباری، علامہ ابن حجر عسقلانی، جلد ۸، ص ۵۳۰، المکتبۃ السلفیۃ۔
۲۵) فتح الباری، علامہ ابن حجر عسقلانی، جلد ۸، ص ۵۳۰، المکتبۃ السلفیۃ۔
۲۶) تفسیر طبری، ابن جریر طبری، جلد ۱۰، ص ۳۲۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔
۲۷) تفسیر کبیر، امام رازی، جلد ۱۳، ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیۃ طہران۔
۲۸) ششماہی منہاج: ص ۱۰۸
۲۹) الأحزاب: ۵۹
۳۰) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿لولا إذ سمعتموہ﴾

۳۱) ابوداؤد کتاب المناسک باب فی المحرمۃ تغطی وجھھا۔ مسند احمد کتاب باقی مسند الانصار باب حدیث السیدۃ عائشۃ۔ لصحیح
۳۲) المستدرک علی الصحیحین امام حاکم جلد ۱ ص ۴۵۴
۳۳) جامع البیان فی تاویل القرآن ابن جریر طبری ج ۹ ص ۳۰۶ دار المکتب العلمیۃ بیروت
۳۴) معانی القرآن ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء ج ۲ ص ۳۴۹ مطبعۃ دار السرور
۳۵) احکام القرآن ابوبکر الجصاص ج ثالث ص ۳۷۵ مطبعۃ دار الکتب العربی بیروت
۳۶) معالم التنزیل امام بغوی ج ۵ ص ۱۶۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت
۳۷) الکشاف علامۃ زمخشری ج ثالث ص ۴۷۴ مطبعۃ انتشارات آفتاب تہران
۳۸) زاد المسیر فی علم التفسیر علامہ ابن جوزی ج ۶ ص ۴۲۲ مطبعۃ المکتب الاسلامی دوحہ قطر
۳۹) التفسیر الکبیر امام رازی ج ۲۵ ص ۲۳۰ دار الکتب العلمیۃ طہران
۴۰) انوار التنزیل واسرار التاویل امام بیضاوی ج ۵ ص ۱۳۸ مطبعۃ العامرۃ۔
۴۱) مدارک التنزیل امام نسفی ج ۵ ص ۱۳۸ مطبعۃ العامرۃ
۴۲) لباب التاویل فی معانی التنزیل امام خازن ج ۵ ص ۱۳۸ مطبعۃ العامرۃ
۴۳) البحر المحیط علامۃ ابن حیان الاندلسی ج ۷ ص ۲۵۰ مطابع الضر الحدیثیۃ الریاض
۴۴) الجامع لاحکام القرآن امام قرطبی ج ۷ ص ۲۴۳ دار احیاء التراث العربی بیروت
۴۵) تفسیر القرآن العظیم علامہ ابن کثیر ج ۳ ص ۵۶۹ دار السلام ریاض
۴۶) تفسیر جلالین امام محلی وسیوطی ص ۵۶۳ دار العربیۃ
۴۷) اللباب ابن عادل الحنبلی ج ۵ ص ۵۸۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۸) نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور برھان الدین البقاعی ج ۵ ص ۴۱۲ مکتبہ ابن تیمیہ بیروت
۴۹) المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ابن عطیہ الاندلسی ج ۱۲ ص ۱۱۶
۵۰) تفسیر التحریر والتنویر ابن عاشورا ج ۲۲ ص ۱۰۷
۵۱) فتح القدیر امام شوکانی ج ۴ ص ۳۰۴ دار الفکر بیروت
۵۲) روح المعانی علامہ آلوسی جلد ۲۲ ص ۸۹
۵۳) فتح البیان فی مقاصد القرآن علامہ قنوجی ج ۱۱ ص ۱۴۳ ادارہ احیاء التراث الاسلامی بیروت
۵۴) التفسیر المنیر لمعالم التنزیل محمد بن عمر الجاری النووی ج ۲ ص ۱۸۹ دار الفکر بیروت
۵۵) تفسیر المراغی احمد مصطفیٰ المراغی ج ۲۲ ص ۱۳۶ ادارہ احیاء التراث العربی بیروت
۵۶) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان الشیخ علامہ عبدالرحمٰن ناصر السعدی ص ۶۱۸ مؤسسۃ الرسلۃ بیروت
۵۷) اضواء البیان علامہ شنقیطی ج ۶ ص ۵۸۶
۵۸) تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری دار السلام ریاض
۵۹) تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی جلد ۷ ص ۳۸۴

۶۰) أیسر التفاسیر، الشیخ أبوبکر جابر الجزائری، ص ۵۸۰

۶۱) البحر المدید، ابن عجیبہ الحسنی، جلد ۶، ص ۵۳، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۶۲) التفسیر المنیر، الدکتور وھبہ الزحیلی، جلد ۲۲، ص ۱۰۶، دار الفکر دمشق

۶۳) معارف القرآن، مفتی محمد شفیع صاحب، ج ۷، ص ۲۳۵، ادارۃ المعارف کراچی

۶۴) تفہیم القرآن، مولانا مودودی، ج ۴، ص ۱۲۹، ادارہ ترجمان القرآن لاہور

۶۵) ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، ج ۳، ص ۲۱۵، اسلامی اکادمی لاہور

۶۶) تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی، ج ۶، ص ۲۶۹، فاران فاؤنڈیشن، لاہور

۶۷) ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ صاحب، ج ۴، ص ۹۵، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور

۶۸) احسن البیان، مولانا صلاح الدین یوسف، ص ۵۵۸، مکتبہ دار السلام، لاہور

۶۹) معارف القرآن، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، ج ۵، ص ۵۴۵، مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ لاہور

۷۰) تفسیر عثمانی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۵۶۸، مجمع الملک فھد سعودیہ

۷۱) ششماہی منہاج: ص ۱۲۰

۷۲) أیضا: ص ۱۲۱

۷۳) الاحکام فی أصول الأحکام، علامہ آمدی، جلد ۱، ص ۱۸۱

۷۴) الوجیز فی أصول الفقہ، الدکتور عبدالکریم زیدان، ص ۵۵

۷۵) المستدرک علی الصحیحین، امام حاکم، جلد ۱، ص ۴۵۴

۷۶) موطا امام مالک، امام مالک، باب وانما یعمل الرجل مادام حیا فاذا مات فقد انقضی

۷۷) الوجیز فی أصول الفقہ، الدکتور عبدالکریم زیدان، ص ۲۰۲ و ۲۰۳

۷۸) التفسیر المنیر، الدکتور وھبہ الزحیلی، جلد ۲۲، ص ۱۱۰، دار الفکر دمشق

۷۹) النور: ۳۱

۸۰) اضواء البیان، علامہ شنقیطی، ج ۶، ص ۱۹۸۔

۸۱) تفسیر طبری، ابن جریر طبری، ج ۹، ص ۳۰۴۔

۸۲) تفسیر القرآن العظیم، ابن أبی حاتم الرازی، جلد ۸، ص ۲۵۷۵، دار الفکر

۸۳) أیضا

۸۴) أیضا

۸۵) الموافقات، امام شاطبی، ج ۲، ص ۱۲۔

۸۶) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب حج المرأۃ عن الرجل۔

۸۷) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب (وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ)

۸۸) فتح الباری، ج ۸، ص ۴۹۰، المکتبۃ السلفیۃ۔

۸۹) تفسیر طبری، ابن جریر طبری، ج ۹، ص ۳۰۴۔

(۹۰) المستدرک علی الصحیحین، ج ۲، ص ۳۹۷، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، بیروت۔
(۹۱) رواہ النسائی، کتاب الزینۃ، باب ذیول النساء۔
(۹۲) تفسیر طبری، علامہ ابن جریر طبری، ج ۹، ص ۳۰۴۔
(۹۳) تہذیب الکمال، جمال الدین یوسف المزی، ج ۷، ص ۱۰۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔
(۹۴) السنن الکبریٰ، امام بیہقی، کتاب النکاح، باب ماتبدی المرأۃ من زینتھا۔
(۹۵) تہذیب الکمال، امام مزی، ج ۱، ص ۵۴۔
(۹۶) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب النکاح، باب ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾
(۹۷) تہذیب الکمال، ج ۳، ص ۳۵۹، امام مزی۔
(۹۸) ابن عطیہ الاندلسی المحرر الوجیز، ج ۱۰، ص ۴۸۸، ۴۸۹۔
(۹۹) پردہ اور قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی، ص ۷۔
(۱۰۰) تفسیر الطبری، ابن جریر طبری، ج ۹، ص ۳۰۵۔
(۱۰۱) تہذیب الکمال، امام مزی، ج ۵، ص ۲۶۲۔
(۱۰۲) ششماہی منھاج: ص ۱۳۳
(۱۰۳) أیضا
(۱۰۴) سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب فی المحرمۃ تغطی وجھھا۔ یہ روایت حسن ہے اور علامہ البانی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔ (حجاب المرأۃ المسلمۃ، علامہ البانی، ص ۵۸)
(۱۰۵) المستدرک علی الصحیحین، امام حاکم، جلد ۱، ص ۴۵۴۔ یہ روایت صحیح ہے اور علامہ البانی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (حجاب المرأۃ المسلمۃ، علامہ البانی، ص ۵۰)
(۱۰۶) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لولا اذ سمعتموہ...... الخ۔
(۱۰۷) صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب وقت الفجر۔
(۱۰۸) فتح الباری، جلد ۲، ص ۵۵، المکتبۃ السلفیۃ۔
(۱۰۹) شرح نووی، صحیح مسلم، جلد ۵، ص ۱۴۴، ۱۴۵، دار الفکر بیروت۔
(۱۱۰) صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن۔
(۱۱۱) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لبن الفحل۔
(۱۱۲) صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الرضاعۃ من ماء الفحل۔
(۱۱۳) سنن ابن ماجۃ، کتاب النکاح، باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان یتزوجھا۔ یہ روایت صحیح ہے اور علامہ البانی نے بھی اس کو صحیح تر قرار دیا ہے۔
(۱۱۴) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب ما ینھی من الطیب للمحرم والمحرمۃ۔
(۱۱۵) مجموعۃ رسائل فی الحجاب والسفور، جماعۃ من العلماء، ص ۸۰، ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء، ریاض۔
(۱۱۶) سنن ابی داؤد، کتاب العتق، باب فی المکاتب یؤدی بعض کتابتہ فیعجز او یموت۔
(۱۱۷) سبل السلام، امیر صنعانی، جلد ۴، ص ۱۴۶۔
(۱۱۸) سنن ابن ماجۃ، کتاب النکاح، باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان یتزوجھا۔ یہ روایت صحیح ہے اور علامہ البانی نے

بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۱۱۹) سنن ابی داؤد' کتاب الترجل' باب فی الخضاب للنساء۔ یہ روایت حسن ہے اور علامہ البانی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔

۱۲۰) سنن الترمذی' کتاب اللباس عن رسول اللہ ﷺ' باب ماجاء فی جر ذیول النساء۔ یہ روایت صحیح ہے اور علامہ البانی نے بھی اس کو صحیح قرار دیتے ہوئے عورتوں کے پاؤں کو ستر قرار دیا ہے۔ (حجاب' علامہ البانی' ص ۳۶)

۱۲۱) صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب لا یخلون الرجل بامرأة الا ذو محرم۔

۱۲۲) سنن الترمذی' کتاب الرضاع' باب ماجاء فی کراھیة الدخول علی المغیبات ورواہ ابن حبان فی صحیحہ والطبرانی فی الکبیر۔ (امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے)

۱۲۳) النھایہ فی غریب الحدیث' ابن الأثیر الجزری' جلد ۳' ص ۲۴۵

۱۲۴) صحیح البخاری' کتاب الجہاد والسیر' باب مایقول اذا رجع من الغزو۔

۱۲۵) اخرجہ ابن سعد بحوالہ حجاب المرأة المسلمة' علامہ البانی' ص ۴۹' ۵۰۔

۱۲۶) صحیح البخاری' کتاب المغازی' باب غزوة خیبر۔

۱۲۷) صحیح البخاری' کتاب المغازی' باب غزوة طائف فی شوال سنة ثمان۔

۱۲۸) سنن نسائی' کتب الزینة' باب الخضاب للنساء۔

۱۲۹) صحیح البخاری' کتاب الصلاة' باب وجوب الصلاة فی الثیاب۔

۱۳۰) النور: ۶۰

۱۳۱) تفسیر الطبری' ابن جریر طبری' جلد ۹' ص ۳۴۸

۱۳۲) تفسیر بغوی' امام بغوی' جلد ۴' ص ۴۴۹

۱۳۳) تفسیر کشاف' علامہ زمخشری' جلد ۳' ص ۸۶

۱۳۴) أصول الفقہ الاسلامی' الدکتور وھبہ الزحیلی' جلد ۱' ص ۳۶۲' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ